زبان کی حفاظت

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ
حسب الحکم حضرت اقدس حجۃ الخلف بقیۃ السلف برکۃ العصر عارف باللہ
مولانا الشاہ محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

چہل حدیث

زبان کی حفاظت

جس میں حفاظتِ زبان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات مع ترجمہ اور تشریح بیان کیے گئے ہیں، اور اُن گناہوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو زبان سے متعلق ہیں اور ان میں عموماً عوام و خواص مبتلا ہیں، نیز آخر میں ذکر و تلاوت، اذکار اور درود و استغفار کے فضائل بھی لکھے گئے ہیں۔

مؤلف

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری

حسب الحکم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

(042)7321118

زبان کی حفاظت

مؤلف .... مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی
صفحات 192
ناشر .... مکتبۃ خلیل
قیمت .... -/45 روپے
طبع .... گنج شکر پرنٹرز
اشاعتِ اوّل... نومبر 2004ء

ملنے کے پتے

- مکتبہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- والی کتاب گھر اُردو بازار گوجرانوالہ
- دینی کتب خانہ بلامبٹ روڈ تبلیغی مرکز تیمر گرہ دیر سرحد
- بیت الکتب گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی
- مکتبہ سیّد احمد شہید اکوڑہ خٹک نوشہرہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کا ارشادِ گرامی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! حبی و محبی مولوی محمد عاشق الٰہی سلمہ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات نے حفاظتِ زبان کے موضوع پر ایک اہم رسالہ لکھا ہے، جس میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی ضروری تشریحات بھی لکھ دی ہیں، اور آسان زبان میں بہت کارآمد اور مفید باتیں جمع کی ہیں۔

مولوی صاحب موصوف نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اس موضوع پر ایسا رسالہ لکھنے کی واقعی ضرورت تھی جس میں ان گناہوں کی نشاندہی کی جائے جو زبان سے متعلق ہیں، اور ان میں عموماً عوام وخواص مبتلا ہیں۔

تمام مسلمانوں سے عموماً اور اپنے احباب سے خصوصاً درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو خود پڑھیں، گھروں اور مسجدوں میں اور مجلسوں میں سنائیں۔

اللہ جل شانہٗ عزیز موصوف کی اس تالیف کو مثل دوسری تالیفات کے قبولیتِ عامہ نصیب فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدفیوضہم
کاندھلوی ثم مہاجر مدنی
۲۔شعبان ۱۳۹۹ھ
بقلم حبیب اللہ

مؤلف کی گزارش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان و انطق له اللسان و جعل لسانه ذاكر الله تعالى و تلاء القرأن و لقد اخبرنا حبيبنا و شفيعنا سيدنا محمد ن الذی ارسل فی أخر الزمان بغوائل اللسان و ما يصدر منه من الشرور و العصيان و بأفاته من الكذب والاغتياب او النميمة والبهتان فصلے الله تعالى على نبيه و رسوله سيد ولد عدنان و على اٰله و صحبه و من اتبعهم باحسان الى يوم يحاسب فيه ما صدر من اللسان او ارتكبه العينان والاذنان و تؤدی الحقوق الى اهلها مما كان بين الجيران والخلان بل فيما انتطح العنزان يوم يفر المرء من امه و صاحبه و ابائه والاحباب والاخوان فطوبى لمن خزن لسانه وراقب اقواله و حفظ اعضائه من الظلم والعدوان و تاب الى الله توبة نصوحًا باخلاص القلب و صدق الجنان.

امابعد! یہ رسالہ ایک چہل حدیث ہے جس میں حفاظتِ زبان کے بارے میں چالیس حدیثیں مع ترجمہ وتشریح احقر نے جمع کی ہیں۔ زبان کے آفات اور مہلکات بہت ہیں اور ان میں ابتلاء بھی عام ہے۔ عوام وخواص کو عموماً ایسی چیزوں میں مبتلا دیکھا جاتا ہے جو زبان سے صادر ہونے والی معصیتیں ہیں۔ قرآن اور

حدیث میں جن چیزوں سے اہتمام کے ساتھ روکا گیا ہے ان سے بچنا تو درکنار ان کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ان میں بہت سی چیزیں حقوق العباد سے متعلق ہیں جن کی معافی اسی وقت ہوسکتی ہے جب صاحبِ حق کو راضی کرلیا جائے، لیکن چونکہ اس طرف توجہ ہی نہیں ہے اس لیے دل میں کبھی یہ جذبہ پیدا ہوتا ہی نہیں کہ ہم نے جس کسی کی غیبت کی ہے یا تہمت لگائی ہے یا گالی دی ہے اس سے معافی مانگیں، حالانکہ یہ بہت بڑی غفلت ہے، کیونکہ دنیا میں حقوق العباد کی تلافی نہ کی گئی تو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا جس کا انجام بہت برا ہوگا۔ اس چھوٹی سی زبان میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور کیا کیا خرابیاں ہیں اس طرف لوگوں کا ذہن جاتا ہی نہیں۔ احقر خود زبان کی بے احتیاطیوں میں مبتلا ہے اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا دیکھتا ہے، لہٰذا دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حفاظتِ زبان کے موضوع پر ایک رسالہ مرتب کروں۔ اللہ جل شانہٗ کی توفیق شاملِ حال ہوئی اور یہ رسالہ مرتب ہوگیا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ رسالہ کا اصل موضوع تو حفاظتِ زبان ہی ہے لیکن یہ محسوس کرکے کہ تخلیہ اور تحلیہ دونوں ہی کی ضرورت ہے، رسالہ کے آخر میں ذکر وتلاوت، تسبیح، تحلیل اور درود واستغفار کے فضائل بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ یہ بھی معلوم ہوجائے کہ برائیوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ زبان کو رفع درجات اور بڑے بڑے اجر وثمرات کی تحصیل کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ رسالہ کا نام ''تحذیر الانسان عن غوائل اللسان'' المعروف بہ ''زبان کی حفاظت'' تجویز کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مرشدی برکۃ العصر عارف باللہ مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنی دامت برکاتہم کو اس کی تالیف کا علم ہوا تو اس کی طباعت کے لیے معتدبہ بڑی رقم عنایت فرمائی اور جلد طبع کرنے کی تاکید فرمائی۔ اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو خود احقر کی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور اس رسالہ کو قبول فرمائے۔ جو حضرات اس سے مستفید ہوں احقر کو اور احقر

کے والدین کو اور اساتذہ اور ان احباب کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں جو اس رسالہ کی تسوید یا تبییض میں کسی بھی درجہ میں معاون بنے۔ نیز حضرت مرشدی کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہٗ ان کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ انہ بالاجابة جدیر و علی کل شیء قدیر.

العبد المحتاج الی رحمة مولاہ
محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ وعافاہ۔
المدینة المنورہ
اوائل شعبان ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

صرف ایک کلمہ باعثِ رفع درجات اور باعثِ دخولِ نار ہو جاتا ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ.

(رواہ البخاری و فی روایة لھما یَھْوِیْ بِھَا فِی النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)

ترجمہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اسے دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتا ہے، اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی نافرمانی کا ایسا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے کہ اس کی طرف اس کو دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔“

(مشکوٰۃ، ۴۱۱، از بخاری)

تشریح اس حدیث مبارک میں زبان کی خوبی اور خرابی دونوں چیزیں بتائی گئی ہیں۔ ایک کلمہ کتنا قیمتی ہو سکتا ہے اور کس قدر ضرر رساں اور نقصان دہ ہو سکتا ہے، دونوں کا اندازہ حدیث بالا سے واضح طور پر لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ کا نام لینا، اللہ کی بات کسی کو پہنچا دینا، کسی مظلوم کی فریاد رسی کے لیے کوئی کلمہ بول دینا، کسی ظالم بادشاہ کے سامنے

حق کلمہ کہہ دینا، ان سب چیزوں سے بڑے بڑے درجات حاصل ہو جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ دھیان بھی نہیں ہوا اور مسلمان کی زبان سے خیر کے کلمات نکل جاتے ہیں جو رفع درجات کا سبب بن جاتے ہیں، اور اس کے برعکس یہ بھی ہے کہ غفلت اور بے دھیانی میں زبان سے بعض مرتبہ ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جو انسان کو ہلاکت کی گہرائیوں میں دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ معمولی گہرائی نہیں ہوتی بلکہ پورب و پچھم کے درمیان جو فاصلہ ہے اس گہرائی سے بھی زیادہ اس گہرائی کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (کما جاء صریحا فی روایۃ)

اعضاءِ انسانی میں زبان کی حیثیت

انسان کے اعضاء میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو ہے تو چھوٹا لیکن بنسبت دوسرے اعضاء کے اس کو خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے۔ گو عضو چھوٹا سا ہے لیکن اس کے کرشمے بڑے بڑے ہیں۔ اس کی خوبیاں بھی بہت ہیں اور خرابیاں بھی بہت ہیں۔ اس کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات بھی نصیب ہوتے ہیں کیونکہ اس سے بڑی بڑی نیکیاں صادر ہوتی ہیں، اور دوسرے اعضاء جو نیک کام کرتے ہیں عموماً ان میں بھی زبان کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ زبان سے بہت سے گناہ ہوتے ہیں، اور دوسرے اعضاء کے گناہوں میں بھی اس کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ کفر اور شرک کے کلمات زبان ہی سے نکلتے ہیں۔ جھوٹی قسم اسی سے کھائی جاتی ہے۔ جھوٹی گواہی اسی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ غیبت، بہتان، چغلی، کسی کا مذاق بنانا، کافروں فاسقوں کی تعریف کرنا، تہمت لگانا، اور اسی طرح کے بڑے بڑے گناہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ بعض مرتبہ منہ سے بات نکل جاتی ہے جس کی طرف دھیان بھی نہیں جاتا اور اس کی وجہ سے انسان دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا

رسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

زبان کی کھیتیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چند باتیں بتائیں، پھر اخیر میں فرمایا، کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتا دوں جس کے ذریعہ ان سب چیزوں پر قابو پا سکو گے (جو پہلے ذکر ہوئیں)۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ اس پر آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کُفَّ عَلَیْکَ هٰذَا یعنی اس کو اپنے حق میں مصیبت سے روکنا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ، کیا ہمارے بولنے پر بھی گرفت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اے معاذؓ تم بھی عجیب آدمی ہو، لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل اوندھا گرانے والی جو چیزیں ہوں گی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ہوں گی۔ (ترمذی)۔ مطلب یہ ہے کہ جو اعمال دنیا میں ہو رہے ہیں ان کے ذریعہ ہر شخص اپنی اچھی یا بری کھیتی لگا رہا ہے، اور برابر اس کو بڑھا رہا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک اپنی اپنی کھیتی کاٹ لے گا، یعنی اعمال کا پھل پا لے گا۔ دوزخ میں جانے والے لوگ بھی اپنی کھیتیاں کاٹیں گے یعنی اعمال کے نتیجے ان کے سامنے آجائیں گے اور وہ ان کی سزا بھگتیں گے، اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال زیادہ تر وہی ہوں گے جن کو زبان نے بویا اور کاشت کیا تھا۔ پس زیادہ تر دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ زبان ہی ہے، جو لوگوں کو منہ کے بل دوزخ میں گرانے والی بنے گی۔

زبان کو قید میں رکھنے کی ضرورت ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنا زبان کو قابو میں رکھنے کی

ضرورت ہے کسی دوسری چیز کو اس قدر مقید رکھنا کوئی ضروری نہیں (کیونکہ زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں) انسان کے ساتھ گناہوں کے بوجھ بندھوانے میں زبان سب اعضاء سے بڑھ کر ہے۔ گناہوں سے بچانا سب اعضاء کو ضروری ہے، لیکن زبان کی دیکھ بھال اور اس پر قابو پانا سب سے زیادہ اہم ہے۔ حضرت یونس ابن عبیدؒ نے فرمایا کہ جو شخص زبان کو غور کر کے استعمال کرتا ہے، میں اس کے اعمال اچھے دیکھتا ہوں۔ اور ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنی بات کو مال کی طرح محفوظ رکھو، اور جب خرچ کرنا چاہو تو خوب دیکھ بھال کر اور خوب سوچ کر خرچ کرو۔

انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے

(۲) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا یَقُوْلُهَا اِلَّا لِیُضْحِکَ بِهِ النَّاسَ یَهْوِیْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ اِنَّهٗ لَیَزِلُّ عَنْ لِّسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا یَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ. (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے، اور صرف اس لیے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اسی کلمہ کی وجہ سے ایسی (ہلاکت والی) گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے جس کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے (بھی) نہیں پھسلتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۳، از بیہقی)

تشریح اس حدیث میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ بعض مرتبہ لوگوں کو ... ہلاکت کی گہرائی میں

گرتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ گہرائی اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ انسان بعض مرتبہ اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا کہ اپنے قدم سے بھی نہیں پھسلتا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قدم پھسل جائے تو تھوڑی بہت چوٹ لگ جاتی ہے جو دو چار دن میں اچھی ہو جاتی ہے، اور اگر زبان لغزش کھا جائے تو اس سے دنیا و آخرت کی تباہی ہو جاتی ہے۔ اگر کفر و شرک کا کلمہ کہہ دیا تو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گیا۔ اور اگر کسی کو گالی دی تو سر پر جوتا پڑا۔ یہاں کی وہاں لگائی تو دو خاندانوں میں لڑائی کرا دی۔ ظاہر ہے کہ زبان نے ذرا سی حرکت کی اور اتنی بڑی بڑی مصیبتیں اس کے حق میں اور دوسروں کے حق میں کھڑی ہو گئیں۔ اسی لیے زبان کو سختی سے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت سہیل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور اپنی رانوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کو محفوظ رکھنے کی ضمانت دیدے میں اسے جنت (کے داخلہ) کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)۔ معلوم ہوا کہ دوزخ میں لے جانے میں زبان اور شرمگاہ کو زیادہ دخل ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت جنت کے داخلہ کا بہت بڑا سبب ہے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت صدیقؓ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہائیں، اللہ آپ کو بخشے یہ کیا کر رہے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں پہنچا دیا ہے، اس لیے کھینچ رہا ہوں۔ (مؤطا)

فضول کام اور لایعنی کلام کی مضرت

(۳) وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ

فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ لَا تَدْرِيْ فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک شخص کی وفات ہوگئی، اس پر ایک شخص نے کہا کہ تو جنت کی بشارت سے خوش ہوجا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ (تم خوشخبری دے رہے ہو) اور تمہیں معلوم نہیں کہ (اس کے اعمال کیا تھے) ممکن ہے کہ اس نے کوئی لایعنی بات کہی ہو، یا ایسی چیز کے خرچ کرنے میں کنجوسی کی ہو جو خرچ کرنے سے نہیں گھٹتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۳، از ترمذی)

تشریح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دینے والے صاحب کو تنبیہ فرمائی کہ تم کیسے یقین کے ساتھ اس کو جنتی کہہ رہے ہو۔ ہر شخص کے پورے احوال و افعال اور اعمال و اشغال ہر ایک کے سامنے نہیں ہوتے۔ لہٰذا یقین کے ساتھ ایسی بات نہ کہی جائے جس سے غیب دانی کا دعویٰ ہو۔ البتہ مرنے والے کے لیے دعا اور استغفار کرے، اور اس کی خوبیاں بیان کرے، اور اللہ جل شانہٗ سے اس کے لیے بہتری کی اُمید رکھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرماتے ہوئے دو ایسی باتوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنت میں جانے سے روک سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ ممکن ہے اس نے کوئی لایعنی بات کہی ہو۔ دوسری یہ کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ایسی چیز کے خرچ کرنے میں کنجوسی کی ہو جو خرچ کرنے سے گھٹتی نہیں۔ مثلاً کوئی علم کی بات کسی نے پوچھی اور معلوم ہوتے ہوئے نہ بتائی ہو یا فرض زکوٰۃ دینے میں کنجوسی کی ہو یا دوسرے صدقات اور نفقات جن کا خرچ کرنا ضروری ہے، ان میں خرچ کرنے سے گریز کیا ہو۔ (صدقات اور نفقات کو ان چیزوں میں شمار فرمایا جن سے مال گھٹتا نہیں، کیونکہ ان سے مال بظاہر گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بڑھتا ہے)

لایعنی بات کا ضرر

یہ جو فرمایا کہ ممکن ہے اس نے لایعنی بات کی ہو، ہم سب کے لیے بہت زیادہ قابلِ غور ہے۔ لایعنی اس کو کہتے ہیں جس سے دنیا اور آخرت کا فائدہ نہ ہو۔ اس میں وہ باتیں بھی داخل ہیں جو دنیا و آخرت کے نقصان کا باعث ہوں، اور وہ بھی داخل ہیں جن میں نہ نقصان ہو نہ نفع ہو۔ جن چیزوں میں نقصان ہے اور مؤاخذہ و عذاب ہے ان سے بچنا تو ہر انسان کی عقل کا تقاضا ہے، لیکن جو باتیں ایسی ہوں جن سے نہ نفع ہو نہ نقصان ہو وہ بھی نقصان کی باتیں ہیں۔ کیونکہ جتنی دیر ایسی باتیں کیں اتنی دیر اللہ کا نام لیا جاسکتا تھا، تلاوت کرسکتے تھے، درود شریف پڑھ سکتے تھے۔ پس ان منافع کا ضائع ہونا نقصان اور خسران ہی ہے۔ پھر لایعنی اور فضول باتیں شروع کرنے سے بات بڑھتے بڑھتے لوگوں کی برائیوں اور غیبتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے خیر اسی میں ہے کہ خاموش رہے یا اللہ کا ذکر کرے، اور بقدرِ ضرورت دنیا کی تھوڑی بہت بات کرے، جو جائز امور سے متعلق ہو۔ زیادہ کلام اگرچہ جائز ہو دل میں قساوت اور سختی پیدا ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۸ میں آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لیے فضول اور لایعنی کلام سے بچنے کی سخت ضرورت ہے

بیکار باتوں سے پرہیز سببِ کامیابی ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں، اور لغو باتوں سے کنارے پر رہتے ہیں)۔ غور فرمائیں قرآن مجید میں کامیاب ہونے والوں کی صفات میں لغو سے اعراض کرنا اور دور رہنا

بھی شمار فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی کو کام میں لگاتے ہیں، بے مقصد زندگی نہیں گزارتے، فضول اور بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ اگر کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمی بات کرے تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اعراض کیے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اپنی مؤمنانہ زندگی میں اس کی فرصت ہی نہیں کہ بے فائدہ کاموں میں اور خواہ مخواہ کی باتوں میں مشغول ہوں۔ جسے اپنے محبوبِ حقیقی کی یاد سے فرصت نہ ہو وہ فضولیات کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو | چو بگذشت بر عارف جنگجو
گر این مدعی دوست بشناختی | بہ بیکار دشمن نہ پرداختی

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ" یعنی آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے کام کی نہیں۔ (ترمذی)۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ لغو اور بیکار باتوں سے نیکیوں کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ لغو کے عموم میں بیکار فعل اور بیکار قول دونوں داخل ہیں۔ مومن بندہ اپنی آخرت درست کرنے اور وہاں کے درجات بلند کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اسے لایعنی میں مشغول ہونے کی فرصت کہاں؟ نہ خود لایعنی میں مشغول ہوتا ہے نہ دوسروں کے لغو کاموں اور لغو باتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر کسی کو لغو بات میں مشغول دیکھتا ہے تو نظر نیچی کر کے بے تعلقی کے انداز میں چلا جاتا ہے۔ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. تاش اور شطرنج وغیرہ میں گھنٹوں وقت گزارنے والے غور کریں کہ اپنی عمر کی متاعِ عزیز کو کس طرح ضائع کر رہے ہیں۔ خدارا کچھ ہوش تو کریں۔

قیل و قال اور کثرتِ سوال کی ممانعت

(۴) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَ وَاْدَ الْبَنَاتِ وَ مَنْعَ وَ هَاتِ وَ كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ.

(رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرمایا ہے ماؤں کی نافرمانی کرنا، اور زندہ لڑکیوں کو دفن کرنا، اور دینے کی چیز کو روکنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ لاؤ، اور اللہ نے تمہارے لیے ناپسند فرمایا ہے قیل و قال کو اور زیادہ سوالات کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۹، از بخاری و مسلم)

تشریح اس حدیث مبارک میں متعدد امور کی ممانعت مذکور ہے۔

اوّل یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام فرمایا ہے۔ جس طرح ماں کی نافرمانی حرام ہے، والد کی نافرمانی بھی حرام ہے، جس کا ذکر دوسری احادیث میں آیا ہے۔ اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ماؤں کی نافرمانی کا تذکرہ فرمایا، کیونکہ ماں عورت ذات ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے۔ باپ تو ڈانٹ ڈپٹ کر کے ڈنڈے اور گھونسے کے زور سے بہت سے کام کرا لیتا ہے، لیکن ماں بیچاری کچھ بھی نہیں کرا سکتی، اس لیے اس کی رعایت زیادہ ضروری ہوئی۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اس بات سے بہت زیادہ جھینپتے اور شرماتے تھے کہ ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہو گئی۔[1] اگر کسی کو یہ خبر ملی کہ میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو وہ چھپا چھپا پھرتا تھا اور رنج اور غصہ میں بھر جاتا تھا۔ اور بہت سے لوگ پیدا ہوتے ہی بچی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اسلام نے ان کی جہالت کو توڑا۔ بچیوں کی پرورش کرنے کی ترغیب دی اور اس پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ

[1] قال اللہ تعالیٰ شانہٗ: یتواری من القوم من سوٓءِ ما بشر بہ. (نحل)

فرمایا، اور عورت کو اکرام اور احترام کا مقام دیا۔ عورتیں اسلام کے احکام پر چلنے سے جان چراتی ہیں، اور یہ نہیں سمجھتی ہیں کہ اسلام سے پہلے دنیا میں ہماری کچھ بھی حیثیت نہیں تھی۔ اسلام نے ان کو بڑھایا اور ان کے ساتھ رحمت و شفقت اور اکرام و احترام کا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس شکر گزاری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسلام کے ہر حکم کو دل و جان سے قبول کرتیں اور خلوصِ دل کے ساتھ ہر حکم کی تکمیل کرتیں، لیکن افسوس ہے کہ احکامِ اسلام کی خلاف ورزی میں عورتیں ہی آگے آگے نظر آتی ہیں۔

تیسری یہ بات ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے روکنا اور مانگنا حرام فرما دیا ہے۔ جس چیز کا خرچ کرنا فرض یا واجب ہے اس کا روک لینا حرام ہے، اور جس چیز کا لینا حلال نہیں اس کا مانگنا اور طلب کرنا حرام ہے۔

اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیل و قال کو اور زیادہ سوالات کرنے کو منع فرمایا۔ قیل ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور قال ماضی معروف کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے اور تجھ مجھ کی باتیں سن کر نقل کرنے اور آگے بڑھانے سے پرہیز کریں۔ لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جو بات سنتے ہیں آگے بڑھا دیتے ہیں۔ بعض مرتبہ کہنے والے کا پتہ بھی نہیں ہوتا لیکن سنی سنائی بات کا یقین کر کے یا محض گمان کی بنیاد پر روایت کر دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ کہنے والے کا پتہ تو ہے لیکن وہ فاسق و فاجر ہوتا ہے، اسے خود اہتمام نہیں ہوتا کہ صحیح بات کہے اور تحقیق کے بعد آگے بڑھائے۔ اس طرح بے احتیاطی کے ساتھ باتیں آگے بڑھتی رہتی ہیں اور شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں میں جھوٹی افواہیں پھیل جاتی ہیں، اور بعض مرتبہ بے تحقیق بات کو آگے بڑھانے سے لڑائیاں تک ہو جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی خبر لے اور تیری میری باتوں اور حکایتوں اور اِدھر اُدھر کی خبروں پر دھیان نہ دے۔ اگر کوئی بات کان میں پڑ جائے تو اسے آگے نہ بڑھائے۔ لوگوں نے یہ طریقہ بنا لیا ہے کہ مجلسوں میں بیٹھ کر واہیات

اور خرافات میں وقت خرچ کر دیتے ہیں۔ چین، جاپان، امریکہ اور روس کے قصوں میں وقت گزارتے ہیں۔ جس کسی ملک میں الیکشن ہو رہا ہو وہاں کے الیکشن پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہاں سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہیں۔ نہ ان سے کوئی پوچھے گا نہ ان کا مشورہ اور تبصرہ وہاں پہنچے گا۔ ان تذکروں اور تبصروں میں فضول اور لایعنی باتیں تو ہوتی ہی ہیں، غیبتوں اور تہمتوں کے انبار بھی ہوتے ہیں۔ افسوس کیسا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔ جس وقت کو اللہ کے نام لینے میں خرچ کر سکتے تھے اور جو آخرت کی دولت کا ذریعہ بن سکتا تھا، مفت میں اس کا خون کرتے ہیں۔ اور یہ جب ہے جب ان باتوں میں گناہ کوئی نہ ہو، اور اگر گناہ کی باتیں کی ہوں تو یہ نہیں کہ صرف وقت ضائع ہوا بلکہ یہ وقت وبال بن گیا اور ایسا ہوا جیسے کوئی شخص اپنی اچھی خاصی دولت کے عوض زہر خریدے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا پیا کرے۔ العیاذ باللہ

حضور اقدس ﷺ نے زیادہ سوالات کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ اس ممانعت میں ضروری دینی سوالات داخل نہیں ہیں۔ ضروری بات تو انسان کو معلوم کرنی ہی پڑتی ہے۔ لیکن بلاضرورت اِدھر اُدھر کے سوالات کرنا محبوب اور محمود نہیں ہے۔ بعض لوگ احکامِ شرعیہ کی علتیں اور حکمتیں معلوم کرتے ہیں۔ جب کوئی عالم بتا دیتا ہے تو کہتے ہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آیا، پھر لمبی بحثیں چھیڑ دیتے ہیں اور وہ وہ باتیں پوچھتے ہیں جن کی دنیا اور آخرت میں کوئی ضرورت نہیں۔ نہ وہ ایمان کا جزو ہیں اور نہ وہ آخرت میں نجات کا مدار ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے سوالات کرنے والے دین کی ضروری معلومات سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ نماز کے فرائض اور واجبات تک نہیں جانتے، اور جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ بھی غلط سلط پڑھتے ہیں، اور ضروری چیزوں میں مشغول ہونے کے بجائے فضول سوالات کو مشغلہ بنا دیتے ہیں۔ شیطان ان کو یہ سمجھاتا ہے کہ ہم علم بڑھا رہے ہیں اور اس طرح سے وہ ان کو فرائض و واجبات کے سیکھنے میں لگنے سے دور رکھتا ہے۔ وفقنا اللہ و

ایاهم لما یحب و یرضی.

اضاعتِ مال کی ممانعت

حضور اقدس ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حلال مال اللہ جل شانہ کی نعمت ہے۔ اس مال کو فضول خرچی میں لگانا اور بے احتیاطی کے ساتھ ضائع کرنا اور محفوظ نہ کرنا سب ممنوع ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں نے کمایا میرا مال ہے، میں جو چاہوں کروں، پھینکوں یا حفاظت سے رکھوں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی مال کا مالک ہے، وہ مال والوں کا مالک ہے، اپنی مخلوق اور مملوک چیز کے ضائع کرنے سے منع فرمانے کا اختیار ہے، لہٰذا اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی مال ضائع کرنے کو منع فرمادیا۔

فضول خرچی کرنے والوں کے لیے ارشادِ خداوندی ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. (سورہ اعراف، ۷:۳۱)

ترجمہ: اے اولادِ آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. (سورۃ الاسراء، ۱۷:۲۷)

ترجمہ: بے شک بے موقع (مال) اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

دیکھیے فضول مال اُڑانے والوں کو شیطان کا بھائی بند بتایا ہے۔

لوگوں کو معتقد بنانے کے لیے بات کہنے کے مختلف طریقوں کی مشق اور اس کا وبال

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بات کہنے کے مختلف انداز اس لیے سیکھے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو قید کرے (یعنی لوگوں کو اپنا معتقد اور قائل بنائے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۰، از ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو خطابت اور تقریر کا ڈھنگ اس لیے سیکھتے ہیں اور تقریروں کی مشق اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ ہماری جادو بیانی سے متاثر ہوں گے اور ہماری خطابت اور تقریر کے معتقد ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کا کوئی نفل یا فرض قبول نہ فرمائے گا (یہ صرفاً اور عدلاً کا ترجمہ ہے، اور بعض شراح حدیث نے صرفاً سے توبہ اور عدلاً سے فدیہ یعنی جان کا بدلہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ معنی مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، نہ اس کی جان کے عوض کوئی بدلہ قبول ہوگا۔ جان کا بدلہ تو کسی کا بھی قبول نہ ہوگا، البتہ ایسے شخص کے بارے میں خصوصیت سے اس کا اعلان فرمانے سے ان کے عمل اور نیت کی بہت زیادہ قباحت اور شناعت ذکر فرمانا مقصود ہے)

جو شخص لوگوں کو معتقد بنانے کی نیت سے خطابت کی مشق کرے اور مختلف طریقوں سے بات کہنے کی استعداد حاصل کرنے میں وقت خرچ کرے، جب اس

کے لیے اتنی بڑی وعید ہے تو اس کا کیا ہوگا جو اس عمل کو سیکھ کر اپنی سحر بیانی اور آتش فشانی کو شہر بشہر لیے پھرتا ہو، اور اس کی خواہش ہو کہ میری خطابت کا ڈنکا بجے اور لوگ مجھے بہت بڑا مقرر سمجھیں اور آگے پیچھے میری تقریروں کی داد دیا کریں۔

حضرات مقررین اپنی نیتوں کا جائزہ لیں کہ کہیں اس ساری آمد ورفت خطابت اور تقریر سے اللہ کی رضا کے علاوہ کوئی دوسری چیز (یعنی اپنی تعریف و شہرت) تو مقصود نہیں ہے۔

بہت سے لوگوں کو اس بات سے دھوکہ ہو جاتا ہے کہ تقریروں سے عوام الناس کو نفع ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے عمل کو سراپا خیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دوسروں کو نفع ہو جانا مقرر اور خطیب کے مخلص ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی تقویت کا کام فاجر شخص سے بھی لے لے گا)۔ اپنے حق میں تو اخلاص ہی مفید ہے خواہ دوسروں کو مقرر کے غیر مخلص ہونے سے بھی فائدہ پہنچ جائے۔

اخلاص کی ضرورت

مومن کے اعمال میں سب سے بڑی چیز اخلاص ہے۔ اگر اخلاص نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مقررین کرام کا یہ کوشش کرنا کہ اوّل تو جلسہ گاہ میں پہنچتے ہی یہ اعلان ہو کہ فلاں صاحب تشریف لے آئے ہیں، پھر جب تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو اس سے پہلے پُر زور الفاظ اور بڑے بڑے القاب سے آپ کا تعارف کرایا جائے، تقریر کے دوران آپ اپنی شہرت بڑھانے کے لیے فرماتے رہیں کہ پروگراموں سے میری ڈائری بھری ہوئی ہے، فلاں انجمن نے بلایا ہے، اور فلاں شہر سے دعوت نامہ آیا ہے، پھر تقریر کے ختم پر صدرِ جلسہ یا کوئی دوسرا شخص آپ کا شکریہ

ادا کرے، پھر جب چلنے لگیں تو کرایہ کے بہانے خوب موٹی رقم کے منتظر رہیں، کمی ہو جائے تو ڈانٹ پلا دیں، یہ سب امور طالبِ آخرت کے اخلاص اور عمل سے بالکل جوڑ نہیں کھاتے۔ مخلص آدمی داد نہیں چاہتا۔ اپنی تعریف کی خواہش نہیں رکھتا۔ تقریر کا انداز سمجھانے کا رکھتا ہے۔ اس کے سامنے سننے والوں کی اُخروی خیر خواہی مدنظر ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے تقریر کا رُخ اختیار نہیں کرتا۔ لوگوں کے کانوں کی عیاشی کا تقاضہ کیا ہے وہ ادھر نہیں دیکھتا، بلکہ وہ ان کو دینی ضرورت کی چیز بتاتا ہے۔ آخرت کے کاموں پر اُبھارتا ہے۔ اگر کسی ایسی جگہ دینی بات کہنے کے لیے جانا ہو جہاں کی آمد ورفت کا کرایہ اپنی جیب سے ادا نہیں کر سکتا تو بدرجۂ مجبوری کرایہ بھی لے لیا، اور اصولِ شریعت کے مطابق کسی نے کچھ ہدیہ دیا جو بغیر اشرافِ نفس کے ہو تو وہ بھی قبول کر لیا، یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہدیہ کا اُمیدوار رہنا، بالکل نہ ملے یا کم ملے تو رنجیدہ ہونا، اور منتظمین مدرسہ سے لڑ پڑنا آخرت کے طلبگاروں کا کام نہیں، یہ اہلِ دنیا کے طور وطریق ہیں۔ بہرحال اور ہر مقام میں صرف اللہ کی رضا پیشِ نظر رہے، اہلِ حق کا یہی طریقہ ہے۔

بے عمل واعظوں اور مقرروں کی سزا

(۹) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَا جِبْرَئِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. (رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معراج کی رات میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں

نے کہا کہ یہ آپؐ کی اُمت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر عمل نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۰، از ترمذی)

تشریح اس حدیث پاک میں ان واعظوں اور مقرروں کی سزا بتائی گئی ہے جو وعظ اور تقریر کے ذریعہ مجلسیں گرم کرتے ہیں لیکن جو احکام سناتے ہیں ان پر خود عمل نہیں کرتے سزا بھی بہت سخت ہے۔ قینچی سے ہونٹ کاٹا جانا کتنی بڑی سزا ہے۔ پھر جب کہ قینچیاں آگ کی ہوں تو اس سزا اور عذاب کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ واعظ اور مقرر اپنے وعظ میں جہاں دوسروں کو خطاب کرتے ہیں وہاں ان پر لازم ہے کہ اپنے نفسوں کو بھی مخاطب سمجھیں اور جو احکام بتائیں ان پر خود بھی عمل کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (سورۃ بقرہ ۲: ۴۴)

ترجمہ: کیا کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور بھول جاتے ہو اپنے نفسوں کو حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو کیا پھر تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

واعظین اور مقررین اپنے قول اور فعل کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ قول کے مطابق عمل ہے یا نہیں، اگر نہ ہو تو فکر کریں۔

جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اس کو دوسروں سے بیان کردے

(۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَفٰی بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو سنے اسے آگے بیان کر

دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۸، از مسلم)

تشریح اس حدیث پاک میں ایک اہم مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کو تکے بے تکے آدمیوں سے باتیں سننے اور خبریں معلوم کرنے کا مرض ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ سنتے ہیں اسے دوسروں سے بھی بغیر کسی جھجک کے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جن لوگوں سے باتیں سنتے ہیں، اوّل تو ان میں بھی خدا کا خوف اور تقویٰ نہیں ہوتا، وہ خود بھی خبریں گھڑتے ہیں، اور دوسرے اشخاص جن سے انہوں نے سنی ہوں وہ بھی بے احتیاط اور خود خبریں بنانے والے اور جھوٹ کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں، اس لیے جس شخص کی یہ عادت ہو کہ جو بھی کوئی بات سنے اسے آگے بڑھا دے اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جھوٹ سنتا ہے، جھوٹ آگے بڑھاتا ہے، پھر وہ آگے پھیلتا ہے۔ جن لوگوں میں تقویٰ پرہیزگاری نہیں ہے ان کا تو ذکر ہی کیا، بہت سے دینداری کے دعویدار بھی اس میں مبتلا ہیں، اور وہ یہ کہہ کر اپنے کو سچا سمجھ لیتے ہیں کہ "الا بلا بر گردن راوی" حالانکہ جھوٹے راوی سے بات سن کر آگے بیان کرنا خود جھوٹ کو بڑھانا ہے۔

سیاسی جماعتوں کے دفتروں میں جھوٹی خبریں ڈھلتی ہیں اور جس کا اخبار فروخت نہ ہوتا ہو وہ حیرت انگیز اور وحشت ناک خبریں اپنے کمرے میں بیٹھ کر گھڑتا ہے اور موٹی سرخیوں سے چھاپتا ہے۔ ان خبروں میں مشہور لیڈروں پر تہمتیں بھی ہوتی ہیں، اور جس سے پرخاش ہو جائے اس پر ناکردہ گناہ بھی تھوپے جاتے ہیں۔ پھر ان چیزوں کو پڑھنے والے آگے بڑھاتے ہیں، اور گلی کوچوں میں جھوٹی خبروں کے چرچے ہوتے ہیں، اور اس جھوٹ کے پھیلنے کے ذمہ دار بنانے والے اور چھاپنے والے اور اس کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں، ان کے

بعد وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کے بعد وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے، ان کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا (لوگ جھوٹ بولا کریں گے، اور جھوٹی گواہی میں اس قدر بے باک ہوں گے کہ) گواہی طلب کیے بغیر گواہی دیں گے اور قسم کھلائے بغیر قسم کھالیں گے۔ (ترمذی، ابواب الشہادۃ)

سورۃ نساء کی ایک آیت میں خبریں اُڑانے والوں کو تنبیہ

قرآن مجید میں خبریں پھیلانے والوں کے بارے میں ارشاد ہے:

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ بیان القرآن میں اس آیت کا ترجمہ اور تفسیر بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، اور جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف (مثلاً کوئی لشکر مسلمانوں کا کسی جگہ جہاد کے لیے گیا اور ان کے غالب ہونے کی خبر آئی ہے، یہ امن کی خبر ہوئی، یا ان کے مغلوب ہونے کی خبر آئی، یہ خوف کی خبر ہے) تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کر دیتے ہیں۔ (حالانکہ بعض اوقات وہ غلط نکلتی ہے، اور اگر صحیح بھی ہوئی تب بھی بعض اوقات اس کا مشہور کرنا خلافِ مصلحتِ انتظامیہ ہوتا ہے۔ اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو (حضرات اکابر صحابہ) ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں، ان کی (رائے کے) اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ نہ دخل دیتے) تو اس (خبر کی صحت و غلط اور قابلِ تشہیر ہونے نہ ہونے) کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں (جیسا ہمیشہ پہچان ہی لیتے ہیں پھر جیسا یہ حضرات عمل درآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اُڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا۔ ان کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہوئی اور نہ دخل

دیتے تو کونسا کام اٹک رہا تھا۔

مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ **انکار علٰی من یبادر الی الامور قبل تحققها و یفشیها و ینشرها و قد لا یکون لها صحة.** (یعنی اس آیت میں ان لوگوں کے طرزِ عمل پر نکیر اور تردید ہے جو باتوں کو ثبوت سے پہلے لے اُڑتے ہیں، اور جلدی سے لپک کر ان کو پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ بسا مرتبہ وہ صحیح (بھی) نہیں ہوتی ہیں)

سورۃ نور میں تنبیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگا دی تھی، اور ان کی سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر صحابہؓ میں سے ایک عورت اور دو مرد متاثر ہو گئے تھے۔ اس کا قصہ طویل ہے، جو صحیح بخاری میں مفصل مروی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوئی جو سورۃ نور کے دوسرے رکوع میں مذکور ہے۔ اس رکوع میں کئی طرح سے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے! حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔ اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو

یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں دیتا کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں، معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

ان آیات میں واضح طور پر اس کی ممانعت فرمائی کہ بے تحقیق نقل در نقل کسی جھوٹی بات کو بیان کرتے چلے جائیں۔ اور تنبیہ فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی تہمت کی بات کسی کے بارے میں سنو اور اس پر گواہ شرعی نہ ہوں تو بجائے آگے بڑھانے کے یہ کہو کہ ہم اس بات کو اپنے منہ سے نہیں نکال سکتے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر تم ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ بہت سے لوگ ''الابلا بر گردنِ راوی'' کہہ کر کسی تہمت کو آگے بڑھاتے ہیں یا کسی بھی جھوٹی بات کو روایت کرتے ہیں بہت سخت گنہگار ہیں۔

سورۂ حجرات میں نصیحت

سورۂ حجرات میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ.

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔

تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ تفسیر ابن جریر اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو قبیلہ بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو ان لوگوں کو خبر لگی اور حضور اقدس ﷺ کے قاصد کا استقبال کرنے کے لیے نکلے۔ یہ صاحب جو قاصد بن کر

گئے تھے ان کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ واپس ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ان لوگوں نے مجھے زکوٰۃ کے اموال دینے سے منع کر دیا۔ یہ بات سن کر حضور اقدس ﷺ کو اور مسلمانوں کو غصہ آیا (اور ان سے جہاد کرنے کے لیے لشکر بھیجنے کا خیال آنے لگا کما فی روایۃ اخریٰ)۔ ادھر قبیلہ بنی المصطلق کو خبر پہنچ گئی کہ حضور اقدس ﷺ کا قاصد آیا تھا وہ واپس چلا گیا۔ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نمازِ ظہر پڑھ کر صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں، اللہ کی ناراضگی سے اور اللہ کے رسول کی ناراضگی سے، آپ نے زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے کے لیے ہماری طرف ایک شخص کو بھیجا تھا۔ ہمیں اس سے خوشی ہوئی اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پھر آپ کا قاصد راستہ سے لوٹ آیا۔ ہم اس بات سے ڈر گئے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غصہ کا سبب نہ بن جائے۔ (اس لیے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں)۔ یہ لوگ برابر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض معروض کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عصر کی اذان دی اور اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تھا تو یہ وقتی واقعہ لیکن اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کو خطاب فرما کر ایک عمومی نصیحت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ جب کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اس کی بات سن کر کسی طرح کا کوئی ردِ عمل شروع نہ کر دینا۔ پہلے بات کی اچھی طرح تحقیق کر لو۔ صحیح صورتِ حال سے ناواقف ہوتے ہوئے کسی قوم کو تکلیف پہنچا دو پھر بعد میں شرمندگی اُٹھاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہر خبر دینے والے کی خبر سچی نہ سمجھا کریں۔ جن لوگوں میں دین پر عمل کرنے کی پاسداری نہ ہو ان کی خبر کو سننا اور اس پر عمل کرنا اور ان کی خبر کو آگے بڑھانا کسی طرح درست نہیں۔

اس زمانہ میں جھوٹ پوری طرح عام ہو چکا ہے۔ دروغ بے فروغ کی

کثرت ہے۔ طرح طرح کی خبروں کی بہتات ہے۔ ایسی افواہیں پھیلتی ہیں اور ایسی متضاد خبریں پہنچتی ہیں کہ صحیح بات کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ (ایسا زمانہ آئے گا جس میں) شیطان آدمی کی صورت میں لوگوں کے سامنے آکر جھوٹی باتیں کرے گا۔ اس کی باتیں سن کر لوگ اِدھر اُدھر چلے جائیں گے۔ ان میں سے بعض آدمی کہیں گے کہ میں نے ایک شخص سے ایسا سنا ہے۔ اس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا ہے۔ (مسلم)

آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں۔ خبریں مشہور ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں پھیل جاتی ہیں لیکن اس بات کا سرا نہیں پکڑا جاتا کہ یہ بات کہاں سے چلی اور کیسے چلی اور اس میں سچ اور جھوٹ کتنا ہے۔ موجودہ دور میں خبروں سے دلچسپی لینے اور ان کو آگے بڑھانے سے پرہیز کرنا اور ایسی چیزوں سے خاموشی اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں بڑے بڑے دجال (یعنی فریبی) اور بڑے بڑے جھوٹے تمہارے پاس آئیں گے۔ وہ تم کو ایسی ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادوں نے۔ پس تم اپنے کو اس سے بچاؤ۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوْا. (اخرجہ ابوداؤد باب فی الرجل زعموا ص ۳۲۳ ج ۲) یعنی زَعَمُوْا انسان کی بری سواری ہے۔ زعموا کا معنی ہے کہ "لوگوں نے ایسا بیان کیا ہے" مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سر رکھ کر بات بیان کرنا اور کسی امر کی خبر دینا درست نہیں۔ جو کچھ کسی سے سنو تحقیق کر لو۔ اگر بات صحیح ثابت ہو اور اس کا آگے بڑھانا

درست ہو اور مناسب ہو تو دوسروں سے بیان کر دو۔ اگر تحقیق نہ ہو سکے تو خاموش رہو۔ لوگوں کی خبر اور عمومی افواہ پر اعتماد کر کے اور یہ سمجھ کر کے کہ "جھوٹ سچ کو بیان کرنے والے جانیں، ہم نے تو سنی ہوئی بات کہی ہے" بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔ دوسروں کے کاندھے پر بندوق نہ رکھو، اپنی تحقیق کے بعد کچھ کہو۔

برزخ کے چند عذابوں کا ذکر

بخاری شریف میں ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب روایت کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک مقدس زمین کی طرف لے چلے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے۔ وہ اس بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے کو اس سے چیر رہا ہے یہاں تک گدی تک جا پہنچتا ہے۔ پھر دوسرے کلّے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے۔ اور پہلا کلہ اس کا درست ہو جاتا ہے، وہ پھر اس پہلے کلّے کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا، یہ کیا بات ہے؟ وہ دونوں شخص بولے، آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک شخص بھاری پتھر لیے کھڑا ہے۔ یہ کھڑا ہوا شخص اس پتھر سے اس لیٹے ہوئے شخص کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے۔ جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ جب وہ اُٹھانے کے لیے جاتا ہے تو ابھی لوٹ کر اس کے پاس آنے نہیں پاتا کہ اس کا سر جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے، اور پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے، آگے چلو، یہاں تک کہ ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا۔ جو اوپر سے تنگ تھا نیچے سے فراخ تھا۔ اس میں آگ جل رہی تھی اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے تھے۔

جس وقت وہ آگ اوپر کو اُٹھتی تو اس کے ساتھ وہ سب اوپر کو اُٹھ آتے تھے، یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے۔ پھر جس وقت آگ (نیچے کو) بیٹھتی تو وہ بھی سب نیچے چلے جاتے۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے، آگے چلو، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جس وقت وہ نکلنا چاہتا ہے یہ کنارے والا شخص اس کے منہ پر پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے۔ پھر جب بھی وہ نکلنا چاہتا ہے وہ شخص اسی طرح پتھر مار کر اسے ہٹا دیتا ہے، اور وہ وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں پہلے تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے، آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک دوسرے بھرے باغ میں پہنچے۔ اس میں ایک بڑا درخت ہے اور اس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی ہے اور بچے ہیں۔ اس درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے آگ جل رہی ہے جسے وہ دھونک رہا ہے۔ پھر وہ دونوں مجھ کو چڑھا کر درخت کے اوپر لے گئے۔ وہاں ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ تھا، اس میں مجھ کو داخل کر دیا۔ میں نے اس گھر سے اچھا گھر کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں بہت سے مرد بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ پھر اس سے باہر لا کر اور اوپر لے گئے۔ وہاں ایک گھر پہلے گھر سے بھی عمدہ تھا، اس میں لے گئے۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا، اب بتاؤ کہ جو کچھ میں نے دیکھا یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا، وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا جس کے کلّے چیرے جا رہے تھے، وہ بہت جھوٹ بولنے والا شخص تھا۔ وہ جھوٹی باتیں بیان کر دیتا تھا جو اس سے نقل ہو کر آگے بڑھتی تھیں اور دُور دُور تک ہر طرف پہنچ جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ قیامت تک یونہی معاملہ کرتے رہیں گے۔ اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ شخص ہے جسے اللہ

تعالیٰ نے قرآن دیا۔ وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سوتا رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے، اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد جو بچے تھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے۔ اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک داروغۂ دوزخ ہے۔ اور پہلا گھر جس میں داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے، اور دوسرا گھر شہیدوں کا ہے، اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر بولے، سر اوپر اُٹھاؤ۔ میں نے سر اوپر اُٹھایا تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا۔ بولے کہ یہ تمہارا گھر ہے۔ میں نے کہا، مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ بولے، ابھی تمہاری عمر باقی ہے پوری نہیں ہوئی، اگر پوری ہو گئی ہوتی تو ابھی چلے جاتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الرؤیا)

اس خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو برزخ کے چند عذاب دکھائے گئے ہیں۔ مختلف اعمال کی سزا میں مختلف عذاب آپؐ نے دیکھے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب سچا ہوتا ہے۔ ان باتوں کے صحیح اور واقعی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جو شخص جھوٹی باتیں بیان کرنے والا تھا جس کی جھوٹی باتیں مشہور ہو جاتی تھیں اس کی سزا یہ دکھائی گئی کہ اس کے دونوں کلّے زنبور سے چیرے جا رہے ہیں۔ ایک کلّہ چیر کر دوسرا کلّہ چیرا جاتا ہے تو پہلا کلّہ درست ہو جاتا ہے۔ پھر پہلے کلّے کو چیرا جاتا ہے۔ قیامت تک اس کے ساتھ برابر یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ جھوٹ کی برزخی سزا کتنی سخت ہے؟ اور یہ برزخی سزا ہے۔ روزِ قیامت کا معاملہ اس کے علاوہ ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من سائر انواع العذاب.

حدیث نبویؐ کے بارے میں جھوٹ بولنے کی مذمت

(۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّىْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے بات بیان کرنے سے بچو مگر (ہاں) جو صحیح ہو (اسے بیان کر دو) پس جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا اسے چاہئے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۳۵، از ترمذی)

تشریح روایتِ حدیث میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ فرمایا ہو اس کے متعلق یوں کہنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سخت ترین گناہ ہے۔ اس حدیث پاک میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور چونکہ یہ بھی آفاتِ زبان میں سے ہے جس میں واعظ اور مقرر تک مبتلا ہیں اس حدیث کو ہم نے اس رسالہ کا جزو بنایا ہے۔ اگر لوگوں میں مشہور ہو کہ فلاں بات حدیث ہے اور محقق عالم یا معتبر و مستند کتاب کے ذریعہ اس کے حدیث ہونے کا یقین نہ ہو تو ہرگز حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث بتا کر بیان کرنے والا اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے یعنی دوزخ میں جانے کے لیے تیار رہے، مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان نہیں کرتے۔ جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں (اصحاب) روایت فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اما انی لم افارقه منذ اسلمت ولكنى سمعته كلمة يقول من كذب علىّ متعمّدا فليتبوأ مقعدهٗ من النار. خبردار! (یہ بات نہیں ہے کہ میں نے حدیثیں سنی نہ ہوں، میں نے حدیثیں سنی ہیں) جب سے میں مسلمان ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن (حدیث کی روایت نہ کرنا احتیاط کی وجہ سے اور غلط بیان ہو جانے

کے خوف سے ہے)۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (سنن ابن ماجہ)

حدیث من كذب علىّ متعمّدا کے راوی حضرات صحابہؓ میں سو[1] سے بھی زیادہ ہیں۔ ان حضرات میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور اس حدیث میں جو وعید آئی ہے اس کی وجہ سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین روایاتِ حدیث میں بہت احتیاط برتتے تھے، اور روایت کر کے اس قسم کے الفاظ کہتے تھے او نحو ہٰذا او شبہ ہٰذا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا، اس جیسا فرمایا)۔ یہ اس ڈر سے بڑھاتے تھے کہ شاید کچھ بھول چوک یا کمی زیادتی الفاظ میں ہو گئی ہو۔

حضرات خلفائے راشدین اور بڑی فضیلتوں والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصیت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے سے بچتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(۱) جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا باپ بنایا (۲) جس نے اپنے نبی پر جھوٹ بولا (۳) جس نے اپنی آنکھوں پر تہمت رکھی (یعنی جھوٹا خواب بیان کیا)[2]۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "من يقول على ما لم اقل فليتبوأ مقعده من النار" جس نے میرے ذمہ وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (سنن ابن ماجہ)

جھوٹ بولنا یوں بھی گناہِ کبیرہ ہے، پھر کسی کے ذمہ بات لگانا کہ اس نے یوں کہا ہے (حالانکہ وہ اس کے کہنے سے بَری ہے) اس سے اور زیادہ گناہگاری میں

---

[1] وقال بعضهم رواه مأتان من الصحابةؓ ثم لم يزل فى ازدياد. ۱۲ شرح النووىؒ على صحيح مسلم.

[2] مقدمة موضوعات كبير از ملا على قارىؒ. ۱۲

اضافہ ہوتا ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جھوٹ باندھنا یہ تو گناہ در گناہ ہے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسرے شخصوں پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ سخت جرم ہے اور اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں بہت بدترین ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ارشادِ نبوی ﷺ سے شریعت بنتی ہے۔ جس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا اس نے اللہ کے ذمہ جھوٹ لگایا، اور شریعت اپنی طرف سے تجویز کر کے امتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے والا بنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کذبا علی لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار. یعنی مجھ پر جھوٹ بولنا دوسرے اشخاص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے (بلکہ اس کی حرمت بہت زیادہ ہے) پس جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔ (مسلم)

واعظوں اور مقرروں کی بے احتیاطی

اس زمانہ میں جہاں دوسری آفتیں اور مصیبتیں دِین اور علمِ دِین کے لیے کھڑی ہوگئی ہیں، وہاں یہ بھی ایک بھاری مصیبت درپیش ہے کہ بے علم لوگ وعظ و تقریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ مسائل و فضائل پھیلاتے ہیں۔ اُردو کی غیر معتبر کتابیں یا تصوف و تاریخ کے مضامین دیکھ کر حدیثیں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں کوئی حکمت و موعظت کی بات عربی میں نظر پڑی اس کو حدیث بنا کر پیش کر دیا، اور کسی کتاب یا مضمون کا جزو بنا دیا۔ اس غیر محتاط طریقے کی وجہ سے بہت سی باتیں اور عبارتیں حدیث کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں۔ نہ ہر صحیح بات حدیث ہوتی ہے نہ عربی میں حکمت و موعظت کا ہونا حدیث ہونے کی دلیل ہے۔ فلیس کل ما هو حق حدیثا بل عکسه."

بہت سے لوگ فضائل اعمال کی حدیثیں سناتے ہیں، یا فرائض چھوڑنے اور

رام کاموں کے کرنے پر وعیدیں بیان کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے اب یا عذاب بتاتے ہیں، اور خود تجویز کر کے رسول اکرم ﷺ کے نامِ نامی اسمِ رامی سے منسوب کر دیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ راسر اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں۔ حدیث گھڑ کر ثواب و عذاب بتانا اور کسی کو نیکی پر نا، گناہ سے باز رکھنا اور خود دوزخ میں چلا جانا بڑی حماقت ہے۔

علامہ نوویؒ کا ارشاد

علامہ نوویؒ شرح صحیح مسلم ص ۸ ج ۱ میں فرماتے ہیں کہ

"ثم انه لا فرق فی تحریم الکذب علیه صلی الله علیه وسلم ن ما کان فی الاحکام و ما لا حکم فیه کالترغیب والترهیب لمواعظ و غیر ذلک فکله حرام من اکبر الکبائر و اقبح القبائح جماع المسلمین الذین یعتد بهم فی الاجماع.

یعنی حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا خواہ احکام میں ہو خواہ غیر احکام ، مثلاً ترغیب و ترہیب اور وعظ وغیرہ میں، اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں (ار میں غیر حدیث کو حدیث کہہ کر بیان کرنا) بہرحال حرام ہے اور کبیرہ گناہوں بھی بڑا گناہ ہے، اور بدترین برائی ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع یعنی ق ہے۔

جاہل مصنفین کا طریقہ

آج کل جاہل سے جاہل آدمی بھی دینیات کی کتابیں لکھنے لگے ہیں اور سنی باتوں اور بنائی ہوئی دعاؤں کو حضور اقدس ﷺ کی حدیث بتا دیتے ہیں اور ن کی روایتیں جو جاہل واعظوں نے گھڑی ہیں ان کو لکھ کر کتابوں کے صفحات اور

اپنے اعمال نامے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ تحریر و تقریر میں اعلانِ حق او
مسلک بیان کرنے سے زیادہ اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ لوگوں کو پسند آ
جس سے داد بھی ملے اور عطیہ بھی، اور کتاب بھی خوب فروخت ہو۔ یہ مقص
روایات سے پورا نہیں ہوتا تو لامحالہ عوام کے ذوق کا خیال رکھ کر غلط مسائل و
اور خود ساختہ و تراشیدہ حدیثوں سے کام چلاتے ہیں۔ ان نام نہاد دینداروں
حال ہے کہ حدیثیں گھڑنے اور بے سند جھوٹی حدیثیں بیان کرنے میں ذرا
جھجکتے۔ ایسے ایک واعظ ایک مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لے جارہے تھے۔ ا
نے اپنی ڈائری میں لکھی ہوئی بعض روایات احقر کو سنائیں۔ میں نے کہا ک
موضوع حدیثیں ہیں، ان کو بیان نہ کریں۔ اس پر برملا کہنے لگے کہ ان کے
کرنے سے چندہ ہوتا ہے۔ صحیح روایات میں ایسی فضیلتیں مذکور نہیں ہیں۔ ان کو
لوگ زیادہ چندہ نہیں دیتے۔ تو گویا چندہ اور مدرسہ مقصود ہو گیا، اللہ کی رضا مقص
رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک بدعتی کی جسارت

احقر نے ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر حاضرین کو بتایا کہ عید
مصافحہ بدعت ہے۔ اس پر عوام تو ناراض ہوئے، بدعتی نیم مُلّا بھی برہم ہو
چونکہ عوام سے غرضیں اٹکی ہوئی ہیں اس لیے جھوٹی حدیثیں بیان کرکے عوام کو
رکھنے کی عادت ہوگئی ہے۔ ایک بدعتی نے یہ غضب کیا کہ ایک شخص کے ذر
کے دن مصافحہ کرنے کی حدیث اُردو میں گھڑ کر مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے می
پاس بھیجی۔ جب میں نے اس شخص کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اس حدیث کی عربی عبا
لکھ کر بھیجو تب لاجواب ہوئے۔

(۹) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كِذْبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت سمرۃ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری نسبت کرکے کوئی بات بیان کی جسے وہ جھوٹ سمجھ رہا ہے تو وہ جھوٹوں کا ایک جھوٹا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح،۳۲، از مسلم)

تشریح جس بات کے متعلق یہ شک ہو کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہیں اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یہ جھوٹ بولنا ہی ہے، اور جس کے بارے میں یقین ہو کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا تو بہت ہی بڑی جسارت ہے اور گناہِ عظیم ہے۔ چلتے پھرتے واعظوں سے سن کر یا مولوی نما جاہل مصنفوں کی غیر معتبر کتابوں میں دیکھ کر خواہ مخواہ حدیث سمجھ لینے اور پھر اس کو دوسروں تک حدیث کہہ کر بیان کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

حافظ عراقیؒ کا ارشاد

ملا علی قاریؒ موضاعات کبیر کے مقدمہ میں حافظ زین الدین عراقیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ثم انهم (يعني القصاص) ينقلون حديثه من غير معرفة الصحيح والسقيم و ان اتفق انه نقل حديثا صحيحا كان آثما في ذلك لانه ينقل ما لا علم به."

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وعظوں میں واعظین حدیث کی صحت اور غیر صحت کے جانے بغیر نقل کرتے ہیں۔ اس قسم کے آدمی سے اگر کوئی صحیح حدیث اتفاقاً بیان بھی ہوگئی تب بھی گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اس نے وہ چیز بیان کی جس کے متعلق صحیح اور غیر صحیح کا علم نہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوتِ حافظہ مشہور ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ سے زیادہ قوی الحفظ تھے۔ ان کو اپنے حافظہ پر بڑا ناز تھا۔ اس کے باوجود ذرا سا شبہ ہوتا تو حدیث بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ (قیامت کے دن) دوبارہ جو صور پھونکا جائے گا ان دونوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہ (کیا چالیس؟)۔ آیا چالیس دن؟ جواب دیا، میں نہیں کہہ سکتا۔ عرض کیا تو چالیس مہینے؟ فرمایا، میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر دریافت کیا کہ آیا چالیس سال؟ جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ سبحان اللہ! سب سے بڑے حافظ و محدث کی یہ احتیاط ہے۔

علامہ نوویؒ حدیث بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیه تغلیظ الکذب والتعرض له و ان من غلب علی ظنه انه کذب ما یرویه فرواه کان کاذبا و کیف لا یکون کاذبا و هو مخبر بما لم یکن. (یعنی اس حدیث میں جھوٹ کا سخت حرام ہونا بیان کیا گیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ جو شخص کوئی بات بیان کر رہا ہو اور غالب گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو یہ روایت کرنے والا جھوٹا ہوگا۔ اور کیونکر جھوٹا نہ ہوگا، جبکہ وہ ایسی چیز کی خبر دے رہا ہے جو حقیقت میں نہیں ہے)۔

جھوٹ کا وبال اور فرشتوں کو اس سے نفرت

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ

مَا جَآءَ بِهٖ. (رواه الترمذی)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۳، از ترمذی)

تشریح اس حدیث سے جھوٹ کی سخت مذمت معلوم ہوئی اور پتہ چلا کہ فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے اور ان کو جھوٹ سے بھی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلتا ہے فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے اور ایک میل تک چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں۔ ناگواری اور نفرت تو سبھی فرشتوں کو ہوتی ہے لیکن جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ مجبوراً ناگواری کو برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کی پیاری مخلوق کو تکلیف پہنچانا کتنا برا عمل ہے اس کو خود سمجھ لیں، اور اوپر سے جو جھوٹ کا گناہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا خوب دھیان رکھتا ہے یہاں تک اللہ کے نزدیک صدیق (یعنی بہت سچائی والا لکھ دیا جاتا ہے۔ (پھر فرمایا کہ) جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور (یعنی گناہوں میں گھس جانے کی) راہ بتاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ دکھاتا ہے۔ اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کا دھیان رکھتا ہے (یعنی جھوٹ جان بوجھ کر بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع سوچتا رہتا ہے یہاں تک اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس مومن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچ ہی کو اختیار کریں۔ بچوں کو بھی سچ ہی سکھلائیں اور سچ ہی کی عادت ڈالیں۔ ان کے بہلانے کے لیے

بھی جو وعدہ کریں وہ وعدہ بھی سچا ہونا چاہئے، جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس پر تنبیہ آ رہی ہے۔ البتہ جن مواضع میں جھوٹ کی گنجائش حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے، وہ کذب ممنوع میں شمار نہیں ہے۔ جیسے لوگوں میں اصلاح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا (ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کو اچھی بات پہنچانا اگرچہ اس نے کہی ہی نہ ہو) اور جیسے ضدی بیوی کو راضی کرنے کے لیے وعدہ کر لینا وغیرہ وغیرہ۔

جھوٹ کے ساتھ خیانت

جھوٹ کا گناہ کتنا بڑا ہے، گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا، لیکن بعض مرتبہ جھوٹ اور خیانت دونوں جمع ہو جاتے ہیں، جس سے گناہ در گناہ کا وبال ہوتا ہے۔ حضرت سفیان بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے جس میں وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس بات میں جھوٹا ہو۔ (ابوداؤد)۔ جو شخص کسی پر بھروسہ رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا ہمدرد ہے، مجھ سے جھوٹ نہ بولے گا اور دھوکہ نہ دے گا، اس سے جھوٹی باتیں کرنا، جھوٹ بھی ہے اور خیانت و غدر بھی ہے۔ جو لوگ ظاہر میں دوستی رکھتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات رکھتے ہیں پھر ان جذبات کے اثر سے دوست کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیتے ہیں، بدترین دوست اور بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہم

بچوں کو بہلانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے

(۱۱) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَتْنِيْ اُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ اُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِيْهِ قَالَتْ

…دْتُّ اَنْ اُعْطِيَهٗ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا …كِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذِبَةٌ.

(رواه ابوداود والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ (جب میں چھوٹا سا تھا) تو میری والدہ نے ایک دن مجھے بلایا اور کہا، لے، آ میں تجھے دے رہی ہوں۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے میری والدہ سے فرمایا، تو نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو کھجور دینے کی نیت کی ہے۔ آپ نے فرمایا، خبردار اگر تو اس کو (کچھ بھی) نہ دیتی تو تیرے اوپر ایک جھوٹ (کا گناہ) لکھ دیا جاتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۶، از ابوداؤد و بیہقی)

تشریح: اس حدیث سے والدین کے حق میں ایک بڑی نصیحت معلوم ہوئی۔ بچوں کو کسی کام کے لیے بلانے یا کہیں ہمراہ جانے کی ضد ختم کرنے کے لیے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں، اور ایک ایک دن میں کئی کئی بار ایسا ہوتا رہتا ہے۔ وعدے کر کے پھر وعدے پورا کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ بچہ کو بہلانے کے لیے جھوٹ بہکا دیتے ہیں کہ فلاں چیز لائیں گے، یہ منگا کر دیں گے، وہ بنوا کر لائیں گے۔ یہ جھوٹے وعدے کرنا اور پورا نہ کرنا گناہ ہے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا۔

جھوٹی باتیں اور وعدہ خلافی کرنا منافقت ہے

(۱۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ (زاد مسلم) وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (ثم اتفقا) اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

منافق کی تین نشانیاں ہیں، چاہے روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے بارے میں سمجھے کہ میں مسلمان ہوں (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تینوں نشانیاں فرمائیں) (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو اس خلاف کرے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(مشکوٰۃ، ص ۱۷، از بخاری ومسلم۔ الا قوله و ان صام و صلی فانه لمسلم ف

تشریح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَ لَا دِیْنَ لِمَنْ عَھْدَ لَهٗ. (یعنی اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں عہد کا پورا نہیں۔ (مشکوٰۃ)۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی خالص منافق ہو اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) عہد کرے تو دھوکہ دے۔ (۴) جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ (بخاری ومسلم)

قرض خواہ کو ٹالنا ظلم ہے

بہت سے لوگ وقتی ضرورت کے لیے دکاندار سے اُدھار لے لیتے ہیں، کسی سے نقد رقم قرض لے لیتے ہیں۔ بعد میں قرض دینے والے کو ستاتے ہیں وعدہ پر وعدہ کیے جاتے ہیں لیکن قرض کی ادائیگی نہیں کرتے۔ دوسرے کا مال بھی اور اس کو وعدہ خلافی کے ذریعہ ایذا بھی دے رہے ہیں، اور تقاضوں کے لیے آنے جانے کی وجہ سے اس کا وقت بھی برباد کرتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ میں اس کی جگہ ہوتا تو اپنے لیے کیا پسند کرتا۔ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے

لیے پسند کرنا لازم ہے۔

جس شخص کے پاس ادائیگی کے لیے مال موجود نہ ہو وہ قرض خواہ سے معذرت کرے اور مہلت مانگے اور اس تاریخ پر ادائیگی کا وعدہ کرے جس وقت کہ اس کے پاس ہونے کا غالب گمان ہو۔ اور جس کے پاس مال موجود ہو فوراً قرض خواہ کا حق ادا کرے، ٹال مٹول بالکل نہ کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ"، یعنی جس کے پاس مال موجود ہو اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)۔ اس حدیث میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے صاحبِ حق کو آج کل پر ٹالتے رہتے ہیں۔ پیسہ پاس ہوتے ہوئے جھوٹے وعدہ کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم قرار دیا ہے۔

کاریگروں اور پیشہ وروں کے وعدے

عموماً پیشہ ور لوگ وعدے کرنے میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہوئے کام لے لیتے ہیں کہ جس وقت پر دینے کا وعدہ کر رہا ہوں اس وقت نہیں دے سکوں گا۔ کام لے کر رکھتے ہیں اور جھوٹے وعدے کرتے رہتے ہیں۔ جن کا کام لیا ہے جب وہ آتے ہیں اور تقاضا کرتے ہیں تو صبح شام اور آج کل کے جھوٹے وعدوں کی کثرت سے بیچارے کی جان آفت میں کر دیتے ہیں۔ اس جھوٹ اور وعدہ خلافی کو کاریگر اور پیشہ ور لوگ گویا کہ گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافقت کی نشانی بتایا ہے۔ بعض پیشہ وروں کے کھوٹ کا تذکرہ احادیث شریف میں بھی آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَکْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُوْنَ وَالصَّوَّاغُوْنَ. " (سنن ابن ماجہ، ۱۵۶)۔ یعنی لوگوں میں سب سے جھوٹے رنگ کا کام کرنے والے اور سنار کا کام کرنے والے ہیں (کیونکہ وعدے اور ٹال مٹول بہت کرتے ہیں)۔ رنگ ریز اور سنار کے علاوہ درزی، لوہار، بڑھئی حتیٰ کہ کتابت کرنے

والے اور پریس چلانے والے بھی آجکل وعدہ خلافیوں کی انتہاء کر دیتے ہیں۔ ہمارے ملنے والے ایک کاتب نے بتایا کہ ابتدائے عہد میں جب وہ اُستاد کے پاس بیٹھ کر کتابت کرتے تھے، ایک صاحب آئے جنہوں نے کچھ مضمون لکھنے کو دیا۔ انہوں نے اپنی نیکی اور سادگی میں وقت نہ ہونے کی معذرت کر دی۔ وہ صاحب چلے گئے تو استاد نے پوچھا، کیا بات تھی؟ انہوں نے بتادیا کہ وہ کام لے کر آئے تھے، چونکہ میرے پاس کام زیادہ ہے وقت پر نہیں دے سکتا اس لیے واپس کر دیا۔ اس پر اُستاد نے بہت ڈانٹ پلائی اور کہا کہ کام واپس کرنا کس بے وقوف نے بتایا؟ کام کبھی واپس نہ کرو، لے کر رکھتے رہو، اور سب سے وعدے کرتے رہو۔

یہی حال تقریباً تمام کاریگروں کا ہے۔ اور اس جھوٹ کے اختیار کرنے کا باعث بہت بڑی ناسمجھی ہے کہ اگر کام نہ لیا تو پھر کام کہاں سے آئے گا۔ حالانکہ کاریگر کبھی فارغ نہیں رہتے، کام آتا ہی رہتا ہے۔ اور اللہ روزی رساں ہے۔ سچ بولنے سے بھی اتنا ہی رزق ملے گا جتنا مقدر میں ہے اور اس میں برکت بھی ہوگی۔ چونکہ پیشہ ور لوگ جھوٹ میں مبتلا رہتے ہیں اس لیے ان کے ہاں برکت نہیں دیکھی جاتی۔ کماتے بہت ہیں لیکن پیسہ جمع نہیں ہوتا۔ جس طرح جھوٹی قسم سے تجارت کی برکت جاتی رہتی ہے، اسی طرح جھوٹے وعدوں کی وجہ سے کاریگروں اور پیشہ وروں کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی۔ تمام پیشہ ور اگر حدیث پر عمل کریں اور سچ اختیار کریں تو دنیا اور آخرت میں آرام سے رہیں۔

مذاق میں جھوٹ بولنا جائز نہیں

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں (مذاق میں بھی) سچی ہی بات کہتا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۶، از ترمذی)

تشریح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جو کہا کہ یارسول اللہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں، اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انہوں نے مذاق کو آنحضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ گرامی کے خلاف سمجھا۔ دوم یہ کہ آپ نے ان کو مذاق سے منع فرمایا تھا (جس کا ذکر آئندہ حدیث میں آرہا ہے)، اس لیے ان کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ آپ منع فرماتے ہیں اور خود مذاق فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ میں مذاق میں بھی سچ ہی بولتا ہوں، لہٰذا ایسا مذاق درست ہے، ممنوع نہیں ہے۔ اور سچ کے علاوہ دوسری شرط جائز ہونے کی یہ ہے کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار نہ ہو۔ مذاق ہو تو سچا اور کسی کا مذاق اُڑانا مقصود نہ ہو۔ مذاق دل خوش کرنے کے لیے ہے، دل آزاری کے لیے نہیں ہے۔

مزاحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے سواری عنایت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ تجھے اُونٹنی کے بچہ پر سوار کرادوں گا۔ اس شخص نے عرض کیا، میں اُونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اُونٹوں کو اُونٹنیاں ہی جنتی ہیں (یعنی جتنا بڑا ہو جائے اُونٹنی کا بچہ ہی ہوگا)۔ (ترمذی)

دیکھو اس مذاق میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے، بات بالکل سچی ہے۔ اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا فرما دیجئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔ یہ سن کر وہ روتی ہوئی واپس چل دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو جا کر بتادو کہ (مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں جو بوڑھی عورتیں ہیں وہ

جنت میں نہ جائیں گی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوتے وقت کوئی عورت بھی بوڑھی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سب کو جوان بنا دیں گے (لہٰذا) یہ بڑی بی جب جنت میں داخل ہوگی بڑھیا نہ ہوگی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا. (شمائل ترمذی)

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو "یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ" (او دو کان والے) کہہ کر پکارا۔ (جمع الفوائد)

ایک عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ میرے شوہر نے آپ کو مدعو کیا ہے (بطور دعوت گھر پر تشریف لانے کی درخواست کی ہے) آپ نے فرمایا، تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ کہنے لگی، اللہ کی قسم اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی[1] نہ ہو۔ (یعنی وہ سفیدی جو سیاہ ڈیلے کے چاروں طرف ہے)

دیکھو کیسا سچا مذاق ہے۔ ایسا سچا مذاق درست ہے۔ جب کسی کا دل خوش کرنے کے لیے مذاق کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ بات سچی ہو تو کسی کا مذاق اُڑانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ بہت سے مرد اور عورت اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور جس کو کسی بھی اعتبار سے کمزور پاتے ہیں سامنے یا پیچھے اس کا مذاق اڑا دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں گناہ ہیں اس کو مسخرہ پن اور مخول اور ٹھٹھا بھی کہا جاتا ہے۔

سورۂ حجرات میں چند نصیحتیں

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا

[1] قال العراقی فی تخریج الاحیاء اخرجه الزبیر بن بکار فی الفکاهة والمزاح الخ.

اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (سورۃ حجرات، ۴۹: ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو باز نہ آئیں گے وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

کسی کا مذاق اُڑانے کی ممانعت

(۱۴) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَ لَا تُمَازِحْهُ وَ لَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ.

(رواه الترمذی قال هذا حديث غريب)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر، اور اس سے مذاق نہ کر، اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۲/۴۱۷، از ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے چند نصیحتیں فرمائی ہیں:

جھگڑا کرنے کی ممانعت

اوّل یہ کہ اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرے۔ جھگڑے بازی بہت بری اور قبیح چیز ہے۔ اپنے حق کے لیے اگرچہ جھگڑا کرنا درست ہے لیکن جھگڑے کا چھوڑ دینا بہرحال اعلیٰ وافضل ہے۔ جھگڑا کرنے سے گالی گلوچ اور بدکلامی کی نوبت آ جاتی ہے اور دلوں میں کینہ جگہ پکڑتا ہے۔ پھر اس کے اثرات اور ثمرات بہت برے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لیے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لیے جنت کے درمیانی حصہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کیے اس کے لیے جنت کے اونچے حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے مذاق نہ کرو۔ اس سے وہ مذاق مراد ہے جو اس کو ناگوار ہو جس سے مذاق کیا جائے۔ اس میں مذاق اُڑانا اور بے وقوف بنانا بھی شامل ہے۔ یہی نہیں کہ صرف اپنا دل خوش کرے بلکہ جس سے مذاق ہو اوّلاً اس کی رضا اور خوشی کو پیشِ نظر رکھے۔ اگر مذاق سے اس کی دل آزاری ہو رہی ہو، اس کو برا لگ رہا ہو، اس کی یا اور کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو یہ حرام ہے۔ بعض لوگ مذاق میں کسی کی کوئی چیز لے لیتے ہیں پھر واپس نہیں کرتے اور وہ لحاظ میں مانگتا نہیں ہے، اس طرح حلال سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ لحاظ والی خاموشی سے وہ چیز حلال نہیں ہو جاتی۔ کسی کا مال اسی وقت حلال ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے حلال کر دے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا یَاخُذَ اَحَدُکُمْ عَصَا اَخِیْهِ لَاعِبًا جَارًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِیْهِ فَلْیَرُدَّهٗ یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی اس طرح نہ لے کہ ظاہر میں ہنسی کھیل ہو اور دل میں بالکل لے کر رکھ لینے کا ارادہ ہو۔ پس جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے تو اس کو واپس کر دے۔ (ترمذی)

بہت سے آدمی تو مذاق میں طلاق دے بیٹھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی، حالانکہ طلاق مذاق میں بھی ہو جاتی ہے۔ لوگ غضب کرتے ہیں کہ مذاق میں تین طلاقیں دے کر عورت کو رکھے رہتے ہیں۔ مسئلہ بھی نہیں پوچھتے اور حرام کاری میں مشغول رہتے ہیں۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی خلاف

ورزی کرے۔ وعدہ خلافی کی مذمت دوسری احادیث میں بھی آئی ہے اور وعدہ خلافی کو منافقت کی نشانی بتایا ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے۔

لوگوں کو ہنسانے کا شغل باعثِ ہلاکت ہے

(۱۵) وَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّمَنْ یُّحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّهٗ وَیْلٌ لَّهٗ. (رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد والدارمی)

ترجمہ حضرت بھز اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو باتیں کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے (پھر مزید فرمایا کہ) اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۲، از احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

تشریح حدیث نمبر ۲ میں گزر چکا ہے کہ بعض مرتبہ انسان دوسروں کو ہنسانے کے لیے زبان سے ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کی گہرائی میں اتنا زیادہ گہرا چلا جاتا ہے کہ اس گہرائی کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جو فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ دوسروں کو ہنسانا بھی لوگوں کا ایک مشغلہ ہے اور بعض قومیں تو مستقل اس کی روٹی کھاتی ہیں اور ان کا خاندان اور برادری سب یہی سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہماری ذات اور قوم مسخرہ پن ہی کے لیے پیدا کی گئی ہے اس لیے ہمارا زندگی کا ذریعہ یہی ہے، اسی کے ذریعہ کمانا اور کھانا ہے۔ یہ لوگ بیاہ برات میں جاتے ہیں، لوگوں کو ہنسانے کے طریقے سوچتے رہتے ہیں، طرح طرح کے جھوٹے قصے خود بناتے ہیں اور حاضرین کو ہنساتے ہیں۔ وہ اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ کس پر تہمت لگی اور کتنا جھوٹ بولا اور کتنے کفریہ کلمے زبان سے نکالے۔ اس مستقل قوم کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو درباری کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ نوابوں

اور امیروں اور وزیروں کے یہاں رہتے ہیں اور ہنسانے ہی کا کام کرتے ہیں۔ اس مشغلہ میں بہت سے گناہ صادر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا سخت وعید بتائی، اور فرمایا کہ اس کے لیے ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے۔ اس میں سب سے زیادہ بدترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو ہنسانے کے لیے کسی خاص شخص کا مذاق اُڑایا جائے، اس کی نقل اُتاری جائے اور اس کے ساتھ مسخرہ پن کیا جائے۔ بعض مرتبہ کسی کی غیبت بھی کی جاتی ہے، جس سے حاضرین کو ہنسانا مقصود ہوتا ہے۔ دنیا میں ہنسنے ہنسانے سے ذرا دیر کے لیے نفس کو مزا تو مل جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کی وجہ سے جو بربادی سامنے آئے گی اس وقت اس مزہ کے انجام کا پتہ چلے گا۔ اعاذنا اللہ منہ

کسی کی نقل اُتارنا اور ٹھٹھا کرنا معمولی بات نہیں ہے۔ آخرت میں سب کا حساب ہے۔ کسی بھی ضعیف اور غریب سے غریب آدمی کا مذاق بنایا جائے وہ یہاں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن اس کا پروردگار روزِ جزا میں اس کا بدلہ دلائے گا اور وہاں ہر دعویدار قوی ہو جائے گا۔ کسی کا حق نہیں مارا جائے گا۔ نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔

جن لوگوں کا مشغلہ ہنسنے ہنسانے اور لوگوں کی برائیاں کرنے کا ہوتا ہے، اوّل تو ایسے لوگ نیکیوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے گناہوں میں ہی سارا وقت گزارتے ہیں لیکن اگر کوئی نیکی کر بھی لی تو ایسی کبھی کبھار کی نیکیوں کی تعداد اتنی معمولی ہوتی ہے کہ لوگوں کی بے آبروئیاں کر کے جو گناہوں کے پہاڑ اپنے سر پر رکھ لیے ہیں، ان پہاڑوں کے مقابلے میں ان سب نیکیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟

زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں

یوں ہنسنا انسان کی فطرت میں شامل ہے، بعض باتوں پر اچانک ہنسی آ جاتی

ہے، ایسی ہنسی پر مؤاخذہ نہیں ہے، لیکن دوسروں کو ہنسانے کا مشغلہ کرنا یا خود زیادہ ہنستے رہنا مذموم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے، اِیَّاکَ وَکَثْرَةَ الضِّحْکِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ. یعنی زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ دل کو مردہ کر دیتا ہے، اور چہرہ کا نور ختم کر دیتا ہے (یعنی صالحین کے چہروں پر جو نور ہوتا ہے وہ ایسے شخص کے چہرہ پر نہیں رہتا۔ اگر ذرا بہت آ جائے تو چلا جاتا ہے)
(مشکوٰۃ المصابیح)

دل کا مردہ ہونا، اللہ کی یاد سے غافل ہونا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے، اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان کی مثال مردہ اور زندہ جیسی ہے (مشکوٰۃ المصابیح) (یعنی ذاکر زندہ ہے اور غافل مردہ ہے) زیادہ ہنسنے والے اللہ کی یاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ان کو ذکر اللہ کی توفیق نہیں ہوتی اور اس سے وہ مانوس بھی نہیں ہوتے۔ لَا جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

جھوٹی قسم کھانے کا وبال

(۱۶) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسِ (رواه البخاری و فی روایة انسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ. (رواه البخاری)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) کسی جان کو قتل کرنا۔ اور (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (مشکوٰۃ، ۱۷، از بخاری)

تشریح کبیرہ گناہ تو بہت سے ہیں لیکن اس حدیث میں چند ایسے گناہ ذکر فرمائے

ہیں جو بہت بڑے ہیں اور جن میں عام طور سے لوگ مبتلا رہتے ہیں۔ چونکہ اِ
موقع پر ہم زبان کی آفتیں ذکر کر رہے ہیں اس لیے یہ حدیث جھوٹی قسم کی مناسبت
سے یہاں نقل کی ہے۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے جس کی کبھی
بھی بخشش نہیں ہے۔ والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانا اور تکلیف دینا بھی بڑے
گناہوں میں سے ہے اور اس حدیث میں اس کو شرک کے بعد ذکر فرمایا ہے، جس
سے اس کی قباحت خوب ظاہر ہو رہی ہے۔

جھوٹی قسم کا تعلق گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے۔ جو کوئی واقعہ ہوا نہ
ہو، اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ایسا ہوا اور اس پر قسم کھالی۔ اور کسی نے کوئی کام نہیں
کیا، اس کے بارے میں کہہ دیا کہ اس نے ایسا کیا ہے اور اس پر قسم کھالی۔ اسی طرح
اپنے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی۔ یہ سب بہت بڑا گناہ ہے۔
اوّل تو جھوٹ پھر اوپر سے جھوٹی قسم یعنی اللہ کے نام کو جھوٹ کے لیے استعمال کرنا
گناہ در گناہ ہو جاتا ہے۔ بہت سے مرد اور عورت جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں
کرتے۔ بات بات میں قسم کھائے چلے جاتے ہیں اور اس کا گناہ اور وبال جو دنیا اور
آخرت میں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بعض لوگوں میں تیری میری برائی
کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ لڑائی جھگڑوں میں اپنے آپ کو پھنساتے
ہیں۔ پھر جب کوئی موقع آتا ہے تو مکر جاتے ہیں اور صاف انکار کر دیتے ہیں کہ میں
نے نہیں کہا۔ بہت سے لوگ بکری کا مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھاتے ہیں کہ یہ اتنے
کا لیا ہے اور اتنے کا پڑا ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں
جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ میری ہے، حالانکہ ان کی نہیں ہوتی۔ یہ سب باتیں اس
لیے سرزد ہوتی ہیں کہ آخرت کی پیشی کا خیال نہیں ہوتا۔

دل پر سیاہ دھبہ

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی شخص نے اللہ کی قسم کھائی اور اس میں
مچھر کے پر کے برابر (ذرا سی بات غلط) داخل کر دی تو یہ قسم اس کے دل میں سیاہ
دھبہ بن جائے گی جو قیامت تک رہے گا۔ (ترمذی)

جھوٹی قسم کی وجہ سے کوڑھی

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے
جھوٹی قسم کے ذریعہ کوئی مال حاصل کر لیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا
کہ کوڑھی ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بلاشبہ تاجر لوگ فاجر ہیں (یعنی بہت بڑے گنہگار ہیں)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض
کیا، یا رسول اللہ کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، ہاں خرید و فروخت حلال تو ہے لیکن تاجر لوگ قسم کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے
ہیں۔ باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (رواہ احمد باسناد جید والحاکم
اللفظ و قال صحیح الاسناد کما فی الترغیب)

جھوٹی قسم مالِ تجارت کی برکت ختم کر دیتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ قسم مال کو بکوا دیتی ہے (اور) برکت کو ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابوذر
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت کے
دن اللہ جل شانہٗ (مہربانی والا) کلام نہ فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر رحمت

سے) دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب
ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، محروم ہوں اور نقصان میں پڑیں یہ لوگ کون
ہیں یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ تین شخص یہ ہیں۔ (۱) لنگی کو لٹکا کر چلنے
والا۔ (۲) کسی کو کچھ دے کر احسان دھرنے والا۔ (۳) جھوٹی قسم کے ذریعہ
(بکری) کے مال چالو کرنے والا۔ (مسلم)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو
جمروں[1] کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم
کے ذریعہ حاصل کرلیا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنالے۔ اس کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا
جو حاضرین ہیں وہ غائبوں کو پہنچادیں۔ (رواہ احمد والحاکم کما فی الترغیب)

جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنادیتی ہے

ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔ (کما فی الترغیب)

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک ہے

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک ہے۔ بہت سے لوگ خصوصاً عورتیں
اس گناہ کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔ عورتیں عموماً اولاد کی قسم کھاجاتی ہیں۔ تیری قسم
میری قسم، دھن دولت کی قسم، باپ کی قسم زبان پر چڑھی رہتی ہے۔ یہ سب شرک
ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
بلاشبہ اللہ تم کو اس سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ۔ تم میں سے جس کو
قسم کھانی ہو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے (یعنی قسم سے پرہیز کرے) (بخاری و

[1] حج کے موقع پر تین جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں ۱۲۔

مسلم) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

جھوٹی گواہی دینے کا وبال

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا. اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، اَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ.

(رواہ البخاری و مسلم والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ گناہ نہ بتادوں جو بڑے
گناہوں سے بھی بڑے ہیں۔ تین بار یہی فرمایا۔ (پھر ان کو شمار فرمانا شروع کیا اور
فرمایا کہ وہ یہ ہیں)۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) اور
جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار اور جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کہنا۔ (ان ہی بڑے بڑے
گناہوں میں سے ہے)۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔
آپ تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ ہونا بیان فرماتے رہے۔
یہاں تک ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش آپ خاموش ہوجاتے۔ (یعنی آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تکرار کے ساتھ جھوٹی شہادت کے کبیرہ ہونے کا تذکرہ فرمایا کہ
ہم کو آپ پر ترس آنے لگا کہ ہم کو سمجھانے کے لیے آپ کو کس قدر تکلیف ہورہی
ہے)۔ (الترغیب والترہیب للحافظ المنذری ۲۲۱ ج۳ از بخاری و مسلم و ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں چند ایسے گناہوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو بہت بڑے ہیں اور
بڑے گناہوں سے بھی بڑے ہیں۔ ان میں سب سے اوّل شرک کو ذکر فرمایا۔ شرک

سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی، اس کو تو سب مسلمان جانتے ہیں۔ اس کے بعد عقوق الوالدین یعنی ماں باپ کو تکلیف دینے اور ایذا پہنچانے اور نافرمانی کرنے کا ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں بھی اللہ پاک کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُ ھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا○

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا اور پرورش کیا۔

اس آیتِ کریمہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اوّل تو یوں حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ شرائع انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا یہی حکم ہے اور اسی حکم کی تعمیل کرانے کے لیے اللہ جل شانہ نے تمام نبیوں کو بھیجا اور کتابیں نازل فرمائیں اور صحیفے اُتارے۔ اللہ جل شانہ کو عقیدہ سے ایک ماننا، اور صرف اس ہی کی عبادت کرنا، اور کسی بھی چیز کو اس کی ذات وصفات اور تعظیم

عبادت میں شریک نہ کرنا خداوند قدوس کا سب سے بڑا حکم ہے۔

دوم یہ فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اللہ جل شانہ خالق ہے، اس نے سب کو وجود بخشا ہے، اس کی عبادت اور شکر گذاری بہرحال فرض اور لازم ہے اور اس نے چونکہ انسان کو وجود بخشنے کا ذریعہ ان کے ماں باپ کو بنایا ہے، اور ماں باپ اولاد کی پرورش میں بہت کچھ دُکھ وتکلیف اُٹھاتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا جو قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دے کر ان کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آنے کا حکم دیا اور چند نصیحتیں فرمائیں۔ اوّل یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اُف تک بھی نہ کہو۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

لفظ اُف بطور مثال کے فرمایا ہے۔ بیان القرآن میں اُردو کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ان کو ہوں بھی مت کہو۔ دوسری زبان میں اس کے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے علم میں کلمہ اُف سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہ اس کو بھی ضرور حرام قرار دیتے۔ (درمنثور)

ماں باپ کی تعظیم وتکریم کا حکم

ماں باپ کی تعظیم وتکریم اور فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے، بوڑھے ہوں یا جوان ہوں، جیسا کہ آیات اور احادیث میں عموم سے معلوم ہوتا ہے، لیکن بڑھاپے کا

ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑچڑے ہوجاتے ہیں، اور ان کو بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں۔ اولاد کو ان کا اُگالدان صاف کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں، جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگ دل ہوکر زبان سے اُلٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں۔ اس موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے الفاظ سے پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے اگر چہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہوجاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو ان کے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کر رہا ہے اس موقع پر اُف بھی نہ کہہ، جیسا کہ وہ بھی اُف نہ کہتے تھے جبکہ تیرے بچپن میں تیرا پیشاب وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور) اُف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ان کو مت جھڑکو۔ جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ برا ہے، جب اُف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لیے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔ دوم یہ حکم فرمایا کہ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. یعنی ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی باتیں کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا، یہ سب قَوْلًا كَرِيمًا میں داخل ہے۔

سوم یہ ارشاد فرمایا کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ تو ان کے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ ان کی جو دلی رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔ اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اُٹھا (جیسے برابر والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اُٹھاتے ہیں) اور حضرت زبیر بن

نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ اگر چہ تجھے گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں تو تُو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ (درمنثور)

والدین کے لیے دُعا

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لیے یہ دعا کرتے رہا کرو رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا. (یعنی اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا)۔

بات یہ ہے کہ اولاد کبھی حاجت مند تھی، جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی۔ اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں خدمت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورتِ حال اُلٹ گئی کہ ماں باپ خرچ خدمت کے محتاج ہیں، اور اولاد کمانے والی، روپیہ پیسہ اور گھر بار اور کاروبار والی ہے۔ اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو۔ دل کھول کر جان و مال سے ان کی خدمت کرے اور اپنے چھوٹے پن کو یاد کرے، اس وقت جو انہوں نے تکلیفیں اُٹھائیں ان کو سامنے رکھے اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اور پرورش کیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا۔ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵ ج ۳، عن مسند البزار بسند فيه ضعف و اخرجه البخاريؒ في الادب المفرد موقوفا على ابن عمرؓ)

حقوق والدین کے بارے میں ہم نے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، مزید تفصیلات کے لیے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

جھوٹی گواہی دینے والے پیشہ ور

تیسرا بڑا گناہ جو حدیث بالا میں مذکور ہے وہ جھوٹی گواہی دینا ہے۔ جس طرح اپنا مال بیچنے یا دوسرے کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا حرام ہے اسی طرح کسی دوسرے کو کسی کا مال ناحق دلانے کے لیے یا مقدمہ جتانے کے لیے یا کسی بھی وجہ سے جھوٹی گواہی دینا حرام ہے۔

بہت سے لوگ کسی کی دوستی میں یا رشتہ داری کے تعلقات کی وجہ سے جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں۔ جھوٹی گواہی خود بڑا گناہ ہے، پھر اس کے ساتھ حاکم قسم بھی کھلواتا ہے، اس لیے گناہ در گناہ ہوتا ہے، اور حرام پر حرام ہوتا چلا جاتا ہے۔ تعجب ہے لوگ دنیا کے تعلقات اور رشتہ داری کو دیکھتے ہیں اور آخرت کے عذاب کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ بہت سے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کو پیشہ ہی بنا رکھا ہے۔ پولیس اور وکیل الفاظ رٹا دیتے ہیں اور اسی وقت نقد گواہی دے کر نقد دام لے آتے ہیں۔ ان کا یہ پیشہ حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے۔ حرام کے ذریعہ حرام کماتے ہیں۔ اس میں بعض بڑے بڑے آدمی مبتلا ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ فجر کی نماز ادا کر کے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے۔ اس کو تین بار فرمایا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)۔ قرآن مجید میں شرک سے بچنے کا اور جھوٹی بات سے بچنے کا ایک جگہ ایک ساتھ بیان فرمایا۔ ہے۔ اس سے جھوٹی گواہی کی مذمت اور قباحت ظاہر ہے۔

سات ہلاک کرنے والے گناہ جن میں پاکدامن کو تہمت لگانا بھی ہے

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰو وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے (خاص خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ) بچو۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام فرمایا مگر حق کے ساتھ ہو۔ (جس کو علماء اور شرعی قاضی جانتے اور سمجھتے ہیں)۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) میدانِ جہاد سے پشت پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاک باز مومن عورتوں کو تہمت لگانا، جو (برائیوں سے) غافل ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۷،از بخاری)

تشریح اس حدیث پاک میں سات گناہ ذکر فرمائے ہیں جن کو موبقات یعنی ہلاک کرنے والی چیزیں بتایا ہے۔ ساتویں نمبر پر پاکباز مومن عورتوں کو تہمت لگانے کا ذکر ہے جن کو (برائی کا) ہوش ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں مومن ہیں اور عفت و عصمت والی ہیں، برائی سے بالکل غافل ہیں، ان کو تہمت لگانا، ان بڑے بڑے گناہوں میں شامل ہے جو ہلاک کر دینے والے ہیں یعنی دوزخ میں پہنچانے والے ہیں۔ ان کو تہمت لگانا اس لیے بہت بڑا گناہ ہے کہ انہیں برائی کا دھیان تک

نہیں ہے اور جنہیں زبان پر قابو نہیں مرد ہو یا عورت وہ ان بیچاریوں پر تہمتوں کے گولے پھینکتے رہتے ہیں۔ اگرچہ کسی ایسی عورت کو بھی تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے جس کا چال چلن مشکوک ہو لیکن پاک باز عفت شعار عورتوں کو تہمت لگانا تو بہت ہی سخت ہے۔

پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے والوں پر لعنت

سورۂ نور میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: بیشک جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں ایسی ویسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جن کو یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث میں پاکباز عورتوں کو تہمت لگانے کا ذکر ہے، دوسری حدیثوں میں عام مضمون وارد ہوا ہے جس میں عمومی طور پر تہمت لگانے کا وبال بتایا ہے اور مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

تہمت لگانے والا دوزخ کے پل پر کھڑا کیا جائے گا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مومن کو منافق سے بچایا (یعنی غیبت کرنے والے کی

تردید کی اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کی) تو اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجیں گے جو حمایت کرنے والے کے گوشت کو دوزخ سے بچائے گا۔ (یعنی یہ فرشتہ یا تو اسے دوزخ میں داخل نہ ہونے دے گا اور اگر وہ داخل ہو گیا تو اس کو عذاب نہ ہونے دے گا)، اور جس کسی نے کسی مسلمان کو کوئی تہمت لگا دی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر ٹھہرائے گا، یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے صاف ستھرا ہو کر نکل جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۴)

جس پر تہمت لگائی جائے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا ثواب

اس حدیث مبارک میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی۔ اوّل یہ کہ جو کوئی کسی کی غیبت سنے تو جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے اور اس کا بہت بڑا فائدہ بتایا، اور وہ یہ کہ فرشتہ اس کو قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔

دوسری بات یہ کہ کسی کو کسی بھی تہمت لگانے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اگر کسی نے کسی کو تہمت لگا دی تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ جو تہمت لگائی تھی اس سے چھٹکارا کرنا ضروری ہوگا۔ دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم کی جائے گی۔ سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا۔ جو اس پر سے پار ہوتا جائے گا جنت میں داخل ہوتا چلا جائے گا۔ تہمت لگانے والا شخص پل صراط پر روک لیا جائے گا اور جب تک تہمت لگانے کے گناہ سے پاک و صاف نہ ہوگا جنت میں نہ جائے گا۔ پاک صاف ہونے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو وہ شخص معاف کر دے جس کو تہمت لگائی یا اپنی نیکیاں اس کو دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے۔ چونکہ وہاں بندے بہت ہی حاجت مند ہوں گے،

اس لیے یہ اُمید تو بہت کم ہے کہ کوئی شخص معاف کر دے، اب دوسری صورت یعنی دوزخ میں جلنا ہی رہ جاتا ہے۔ کسی کو ہمت ہے جو دوزخ میں جلنے کا ارادہ کرے۔ جب اس کی ہمت نہیں تو اپنے نفس اور زبان پر قابو پانا ضروری ہوا۔ بہت سی عورتیں اور مرد اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ کسی کے حق میں کیا کہہ گزرے، کسی پر کیا تہمت لگادی اور کسی کو کس بہتان سے نواز دیا۔

عورتوں کی لڑائیوں میں تہمتوں کے انبار

جہاں ساس بہو میں لڑائی ہوئی جھٹ کہہ دیا کہ رنڈی ہے۔ سوکنیں لڑنے لگیں تو ایک نے دوسری کو زانیہ کہہ دیا۔ نند بھاوج میں لڑائی ہوئی تو کہہ دیا کہ یار گھیرے پھرتی ہے۔ کسی کو چور بتا دیا۔ کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ شرابی زانی ہے اور تہمت لگانے میں ان لوگوں تک کو نہیں بخشا جاتا جن سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی بلکہ جو لوگ مر گئے دنیا سے جا چکے ان پر بھی تہمتیں دھرتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک بات ہے، جس کی سزا بہت سخت ہے۔

جو لوگ دنیا میں کمزور ہیں یا دور ہیں یا مر گئے ہیں اور بدلہ لینے سے عاجز ہیں ان کے آگے یا پیچھے اگر ان کو کوئی تہمت لگادی ہے اور وہ بدلہ نہ لے سکے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ معاملہ یہیں ختم ہو گیا۔ آخرت کا دن آنے والا ہے، جہاں پیشی ہوگی، حساب کتاب ہوگا، مظلوموں کو بدلے دلائے جائیں گے۔ اس دن کیا ہوگا اس کو غور کرنا چاہئے۔ عام لوگ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں، اپنا زرخرید غلام دنیا کے رواج میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کسی نے اپنے زرخرید غلام کو زنا کی تہمت لگادی تو تہمت لگانے والے پر قیامت کے دن حد قائم ہو جائے گی، الا یہ کہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہو۔ (کما فی الترغیب والترہیب عن البخاری و مسلم)

ایک دوسرے پر لعنت کرنے اور اللہ کے غضب کی اور دوزخ کی آگ کی بددعا دینے کی ممانعت

(۱۹) وَ عَنْ سُمَرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَ لَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَ لَا بِجَهَنَّمَ. (وَفِيْ رِوَايَةٍ) وَلَا بِالنَّارِ. (رواه الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت نہ ڈالو، اور آپس میں یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے یوں کہو کہ جہنم میں جائے اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے یوں نہ کہو کہ آگ میں جلے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۳، از ترمذی و ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث مبارک میں تین نصیحتیں فرمائیں۔ اوّل یہ کہ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا کو لعنت کہا جاتا ہے۔ کسی کو یہ کہنا کہ ملعون ہے یا لعین ہے یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار ہے یا اللہ کی پھٹکار ہے، یہ سب لعنت کے مفہوم میں داخل ہے اور کسی پر لعنت کرنا بہت سخت بات ہے۔

لعنت کس پر کرنا درست ہے

عام طور سے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں پر اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، لیکن کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا۔ آدمی تو آدمی، بخار کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ہوا پر لعنت کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم دی ہوئی ہے۔ اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ وہاں دروازے بند کردیئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے، زمین کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں (کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر دائیں بائیں کا رُخ کرتی ہے۔ جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو پھر اس شخص پر لوٹ آتی ہے جس پر لعنت کی ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آکر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک موقع پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے۔ حضور اقدس ﷺ وہاں سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں) فرمایا، لَعَّانِيْنَ وَ صِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ. یعنی لعنت کرنے والے اور صدیقین (کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں) ربِ کعبہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام آزاد کر دیئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ (بیہقی)۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کے حق میں گواہ نہ بن سکیں گے اور نہ سفارش کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم)

عورتیں لعنت بہت بکتی ہیں

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کی نماز کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ عورتوں پر آپ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کرو کیونکہ مجھے دوزخ میں تم سب سے زیادہ دکھائی گئی ہو۔ عورتوں نے عرض کیا، کیوں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَ تَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ یعنی تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ (بخاری و مسلم)

عورتیں لعنت بہت کرتی ہیں یعنی کوسنا، پیٹنا، برا بھلا کہنا، اور اُلٹی سیدھی باتیں زبان سے نکالنا یہ عورتوں کا ایک خاص مشغلہ ہے۔ شوہر، اولاد اور بھائی، بہن، گھر، جانور چوپایہ، آگ پانی، ہر چیز کو کوستی رہتی ہیں۔ اسے آگ لگے، وہ لگٹی لگا ہے، یہ ناس پیٹی ہے، اسے ڈھائی گھڑی کی آئے، وہ موت کالیا ہے، اس کا ناس ہو، وہ اللہ مارا ہے، اس پر پھٹکار ہو۔ اسی طرح کی ان گنت باتیں عورتوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں۔ اس میں بددعا کے کلمات بھی ہوتے ہیں، گالیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب بتایا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ ایک صحابیہؓ خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کو اُمّ السائب کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ کپکپا رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا بات ہے، تم کو کپکپی کیوں آرہی ہے؟ جواب دیا کہ بخار چڑھ آیا ہے خدا اس کا برا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کیونکہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، مومن اللہ کی رحمتوں کے لیے ہے، اس کو ہمیشہ رحمت ہی کی دعا دینا چاہئے۔ اللہ کا غضب کافروں پر ہوتا ہے، کسی مومن کے حق میں یہ کہنا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو جہالت کی بات ہے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے حق میں یوں نہ کہو کہ جہنم میں جائے۔ بہت سے جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بات بات میں دوسروں کے حق میں کہہ دیتے ہیں کہ ہماری بلا سے جائے جہنم میں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی کیونکہ مسلمان دوزخ کے لیے نہیں ہے، وہ جنت کے لیے ہے۔ اس کو ہمیشہ جنتی ہونے کی دعا دو، اخلاق بلند کرو۔ اگر کوئی شخص ستائے تب بھی اس کو دعا دو، بددعا دینے کا کوئی ثواب حدیث میں نہیں آیا، البتہ دُعا دینے کی ترغیب احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں نے (اس وقت) اسلام قبول نہ کیا اور آپ کو بری طرح جواب دیا اور بری طرح ستایا تو ملک الجبال (پہاڑوں پر مقررہ فرشتہ) نے آ کر عرض کیا کہ آپ فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں ان کو عذاب دلانا نہیں چاہتا بلکہ) اللہ سے اُمید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکال دے گا جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

فهل نظرت عين كمثل محمدٌ　　　رؤفا على الاعدا بعد التبصر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے حق میں بددعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے، نہ گالی دینے والے تھے۔ ناراضگی کے وقت یہ فرماتے تھے کہ مَا لَـهُ تَرِبَ جَبِيْنُهُ (اس کو کیا ہوا، اس کے چہرے کو مٹی لگے۔ بخاری)۔ بعض شراح نے فرمایا ہے کہ اس میں دعا ہے کہ اس کو سجدہ کی توفیق ہو۔

یزید پر لعنت کا مسئلہ

بہت سے لوگ روافض سے متاثر ہو کر یزید پر لعنت کرتے ہیں۔ بھلا اہل سنت کو روافض سے متاثر ہونے کی کیا ضرورت؟ ان کو اسلامی اصول پر چلنا چاہئے۔ روافض کے مذہب کی تو بنیاد ہی اس پر ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہیں اور یزید اور اس کے لشکر پر لعنت کریں، قرآن کی تحریف کے قائل ہوں اور متعہ کیا کریں، اور جب اہل سنت میں پھنس جائیں تو تقیہ کے داؤ پیچ کو استعمال کر کے اپنے عقیدہ کے خلاف سب کچھ کہہ دیں۔ بھلا اہل سنت ان کی کیا ریس کر سکتے ہیں۔ اہل سنت اپنے اصول پر قائم رہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ان ہی اصول میں سے یہ ہے کہ لعنت صرف اس پر کی جا سکتی ہے جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ یزید اور اس کے اعوان و انصار کا کفر پر مرنا کیسے یقینی ہو گیا جس کی وجہ سے لعنت جائز ہو جائے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اوّل یہ سوال اُٹھایا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں، اس وجہ سے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے یا قتل کا حکم دینے والا ہے۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا یہ بالکل ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یزید پر لعنت کرنا تو درکنار یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، یا قتل کرنے کا حکم دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی مسلمان کو گناہِ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق کے منسوب کرنا جائز نہیں۔ نیز امام غزالیؒ

نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مخصوص کر کے یعنی نام لے کر افراد و اشخاص پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے، اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور جس پر لعنت کرنا جائز ہو اس پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرنا کوئی گناہ اور مؤاخذہ کی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ابلیس پر لعنت نہ کرے اس میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ دوسروں پر لعنت کرنے سے خاموشی اختیار کرنے میں کچھ حرج ہو۔ پھر فرمایا، فالاشتغال بذکر اللہ اولٰی فان لم یکن ففی السکوت سلامۃ۔ یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا اولیٰ اور افضل ہے، اگر ذکر اللہ میں مشغول نہ ہو تو پھر خاموشی میں سلامتی ہے (کیونکہ لعنت نہ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں اور نام لے کر کسی پر لعنت کر دی تو یہ پُرخطر ہے کیونکہ وہ لعنت کا مستحق نہ ہوا تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آئے گی۔ پھر کسی حدیث میں مستحق لعنت پر بھی لعنت کرنے کا کوئی ثواب وارد نہیں ہوا، اس لیے لعنت کے الفاظ زبان پر لانے سے کوئی فائدہ نہیں۔)

حضرت مکی بن ابراہیم نے بیان فرمایا کہ ہم ابن عون کے پاس تھے، ان کی مجلس میں بلال بن ابی بُردہ کا ذکر آ گیا۔ لوگ ان پر لعنت کرنے لگے اور ان کی برائیاں بیان کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ابن عون خاموش بیٹھے رہے۔ لوگوں نے کہا، اے ابن عون ہم تو ان کا ذکر برائی کے ساتھ اس لیے کر رہے ہیں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے (اور آپ خاموش بیٹھے ہیں)۔ حضرت ابن عون نے فرمایا کہ دو کلمے ہیں ایک لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا لعن اللہ فلاناً۔ جس کو بھی میں زبان سے نکالوں گا، قیامت کے دن میرے اعمال نامہ میں ظاہر ہو جائے گا۔ پس اگر میرے نامۂ اعمال میں لا الٰہ الا اللہ نکلے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کی جگہ پر لعن اللہ فلاناً نکلے۔ (کیونکہ کسی پر لعنت کرنے میں کوئی بھی ثواب نہیں اگرچہ وہ شخص مستحق لعنت ہو جس پر لعنت کی گئی)

گالی گلوچ سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید

(۲۰) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَا لَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ.

(رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی جو آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں سب کا وبال اسی پر ہوگا جس نے گالیاں دینے میں پہل کی ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ۴۱۱، از مسلم)

تشریح زبان کے گناہوں میں گالی دینا بھی ہے، یہ ایک ایسی بری چیز ہے جو کسی طرح سے بھی مومن کے شایان شان نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے، "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ." یعنی مسلمان کو گالی دینا بری گنہگاری کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر کی چیز ہے۔ (بخاری و مسلم)

بہت سے مردوں اور عورتوں کو گالی دینے کی عادت ہوتی ہے، اور بعض لوگ تو اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ جہالت اور جاہلیت کی بات ہے۔ اس میں سخت گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے کرتے مُردوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایک نے کسی کو گالی دی، دوسرے نے اس کے باپ کو گالی دی، پھر پہلے والے نے جواب میں باپ کے ساتھ دادا کو بھی لپیٹ لیا۔ اسی طرح سے اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! کسی آدمی کے باپ کو

گالی دے گا تو وہ اُلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے گا، اور کسی کی ماں کو گالی دے گا تو
وہ الٹ کر اس کی ماں کو گالی دیدے گا۔ (بخاری ومسلم)

ماں باپ کو گالی دینے والے

یعنی خود گالی نہ دی دوسرے سے گالی دلوادی اور اس کا سبب بن گیا تو وہ ایسا ہی ہوا جیسے خود گالی دے دی۔ اور یہ بھی اس زمانہ کی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا۔ آج کل تو بہت سے ایسے ناہنجار لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو ماں باپ کو بالکل سیدھی صاف ستھری گالی دے دیتے ہیں۔ گالی یوں بھی گناہِ کبیرہ ہے، لیکن ماں باپ کو گالی دینا اور بھی شدید ہے۔ اللہ جہالت سے بچائے۔ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیدے تو اچھی بات یہ ہے کہ جس کو گالی دی ہے وہ خاموش ہو جائے اور صبر کرے، گالی دینے والے کا وبال اسی پر رہنے دے۔ لیکن اگر صبر نہ کرے اور جواب دینا چاہے تو صرف اسی قدر جواب دے سکتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے۔ اگر آگے بڑھ گیا تو یہ ظالم ہو جائے گا، حالانکہ اس سے پہلے مظلوم تھا۔ اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی گالی گلوچ کر رہے ہوں تو سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوگا۔ اور اگر مظلوم نے زیادتی کر دی (جسے اولاً گالی دی تھی) تو پھر دونوں گناہ میں شریک ہو گئے۔

حضرت جابر ابنِ سلیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا۔ وہاں میں نے ایک بڑے صاحب شخصیت کو دیکھا کہ سب لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ جو بھی کچھ فرمایا، جھٹ لوگوں نے عمل کرلیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور عرض کیا **عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!** دو مرتبہ ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا، **عَلَیْکَ السَّلَامُ** مت کہو کیونکہ **عَلَیْکَ السَّلَامُ** (زمانۂ جاہلیت میں) میت کے لیے کہا جاتا تھا۔ تم **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ** کہو۔ میں نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ اللہ ایسا صاحبِ قدرت ہے اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری تکلیف دور کرے اور اگر تم کو قحط سالی پہنچ جائے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے لیے (ضرورت کی چیزیں زمین سے) اُگا دے گا۔ اور جب تم کسی چٹیل زمین میں ہو جہاں گھاس پانی اور آبادی بالکل نہ ہو اور ایسے موقع پر تمہاری سواری گم ہو جائے پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری سواری تمہارے پاس واپس لوٹا دے۔ میں نے عرض کیا، مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا، ہرگز کسی کو گالی مت دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی میں نے کسی آزاد کو یا غلام کو یا اونٹ کو یا بکری کو گالی نہیں دی (پھر نصیحتوں کے بعد فرمایا کہ) اگر کوئی شخص تم کو گالی دے اور تم کو اس چیز کا عیب لگائے جو تمہارے اندر ہے تو تم اس چیز کا عیب نہ لگاؤ جو اس کا عیب تم اس کے اندر جانتے ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۶۹، عن ابی داؤد)

دیکھو اس حدیث میں کیسی سخت تنبیہ فرمائی کہ ہرگز کسی کو گالی نہ دینا جس صحابی رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی تھی انہوں نے ایسی سختی کے ساتھ اس کو پلّے باندھا اور ایسی مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کیا کہ کبھی کسی انسان کو یا حیوان کو گالی نہیں دی۔ اُونٹ، بکری، گدھا، گھوڑا کبھی کسی کو گالی کا نشانہ نہیں بنایا۔

لوگوں کے باطل معبودوں کو گالی مت دو

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا

بِغَیْرِ عِلْمٍ ط

ترجمہ: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کر دیں گے۔

دیکھئے آیتِ شریفہ میں مشرکین کے بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع فرما دیا اور وجہ بتائی کہ جب تم ان کے بتوں کو گالی دو گے تو وہ تمہارے معبود برحق اللہ جل شانہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں گے پس تم اس کا ذریعہ کیوں بنتے ہو۔

اسی طرح سے مسلمانوں کو آپس میں کسی کے خاندان کے بڑوں کو (خاندان نسبی ہو یا دینی ہو یا علمی ہو) گالی دینے اور برا کہنے سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ ایک فریق دوسرے فریق کے بڑوں کو برا کہے گا تو دوسرا فریق بھی برا کہے گا اور گالی دے گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو جواب میں دوسرا شخص گالی دینے والے شخص کے باپ دادا اور پردادا کو گالی دے گا۔ اس میں بسا اوقات ان لوگوں کو گالی دینے کی بھی نوبت آجاتی ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔

مُردوں کو گالی دینے کی ممانعت

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ مر گئے ان کو گالی نہ دو، یعنی برائی کے ساتھ یاد نہ کرو، کیونکہ وہ ان اعمال کی طرف پہنچ گئے جو انہوں نے پہلے سے آگے بھیجے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مُردوں کو گالی نہ دو جس کی وجہ سے تم زندوں کو ایذاء دو گے۔ (ترمذی) یعنی جب مُردوں کو گالی دو گے تو ان کے متعلقین کو گالی دینے کا اور دوسرا ان کے متعلقین کو ایذاء اور تکلیف دینے کا سبب بنو گے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو، اور ان

کی برائیوں سے (زبان کو) روکے رکھو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

جانوروں کو گالی دینے کی ممانعت

اسلام پاکیزہ دین ہے، اس میں جانوروں کو گالی دینے تک کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مرغ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص کو چیچڑی نے کاٹ لیا (یہ جوں سے ذرا بڑا ایک جانور ہوتا ہے، جو اونٹ وغیرہ کے جسم میں ہوتا ہے)۔ اس شخص نے چیچڑی کو گالی دے دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو گالی نہ دے کیونکہ اس نے اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کو نماز کے لیے جگایا تھا۔ (جمع الفوائد)

فائدہ: لفظ سبّ کا ترجمہ جگہ جگہ ہم نے گالی سے کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فحش، بازاری گالی دی جائے وہی گالی ہے، بلکہ کسی کو کسی بھی طرح بُرے لفظوں سے یاد کرنا گالی میں شامل ہے۔ خوب سمجھ لیں، اگر ماں، بہن کی گالی نہ دی بلکہ بیہودہ، گدھا، کمینہ کہہ دیا، یہ بھی ان احادیث کے مفہوم میں آجاتا ہے جن میں سبّ و شتم کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہنے کا وبال

(۲۱) وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوُّ اللّٰہِ وَ لَیْسَ کَذَالِکَ اِلَّا حَادَ عَلَیْہِ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا، یا یوں کہا کہ اے اللہ کے دشمن، اور وہ ایسا

نہیں ہے تو یہ کلمہ اس پر لوٹ جاتا ہے جس نے ایسا کہا۔

(مشکوۃ المصابیح، ۲۱۱، از بخاری ومسلم)

تشریح حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے شخص کو کافر کہہ دینا جو کلمۂ اسلام پڑھتا ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس کو کافر کہا ہے اگر وہ کافر نہیں ہے تو کافر کہنے والے پر اس کی بات لوٹ آئے گی، یعنی وہ کافر نہیں تو یہ کافر ہوگا۔ آجکل ذراسی بات میں ایک دوسرے کو کافر کہہ دیا جاتا ہے۔ جہاں تھوڑا سا مسلک کا اختلاف ہوا یا سیاسی طور پر کوئی مخالفت ہوئی فوراً اپنے مخالف کو کفر کے بندوق سے داغ دیا جاتا ہے، اور غصہ کے جنون میں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا اللہ کے دشمن کہہ دیتے ہیں۔

والعیاذ باللہ! تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی گنہگار ہو، اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ دعوائے ایمان کے بعد انسان کافر اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی تصدیق قلبی جاتی رہے، یعنی دل سے اسلام کا منکر ہو جائے یا کسی ایسی چیز کو نہ مانے جو مدار ایمان ہے اور جو تواتر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ چونکہ دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیے کسی بھی مدعی اسلام کو کسی گناہ یا خطاء اجتہادی کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے۔ حسبِ فرمانِ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ کافر نہیں ہے جس کو کافر کہا ہے تو کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

بہت سے فرقوں نے سارا ایمان واسلام اور جنت اپنے ہی لیے مخصوص کر رکھی ہے۔ اپنی مقابل ہر جماعت کو برملا کافر کہتے ہیں۔ ان بدلگاموں نے بڑے بڑے محدثین اور خدامِ دین کو نہیں بخشا۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔

تکفیر کے مسئلہ میں اکابر دیوبند سے بڑھ کر کسی کو محتاط نہیں دیکھا۔ اگر یہ محتاط نہ ہوتے تو انتقام کے جذبات میں آکر ان لوگوں کو کافر کہتے جو ان حضرات کو

کافر کہتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ یہ حضرات شریعتِ اسلامیہ کے حدود سے باہر نہ نکلے۔ فجزاهم الله تعالى احسن الجزا.

یہاں یہ بات ہر شخص کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ مسلمان کو کافر کہنا بڑا خطرناک ہے۔ کسی کو کافر نہ کہا جائے تو اس پر کچھ بھی مؤاخذہ نہیں (اِلاّ یہ کہ خوب کفر واضح ہو اور اس کے ظاہر نہ کرنے سے لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو)۔ پس جس شخص کا کفر بالکل واضح نہ ہو اور دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کو کافر کہنا عظیم خطرہ ہے۔ اگر ہم نے اس کو کافر نہ کہا تو ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ممنوع ہے اسی طرح اللہ کا دشمن کہنا بھی گناہ ہے۔ جسے اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو بموجب حکم حدیث کہنے والے پر ہی یہ کلمہ لوٹ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا ولی ہے اور مددگار ہے اور کارساز ہے۔ مسلمان کو اللہ کا دشمن بتانا جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

سختی اور فحش کلامی پر تنبیہ

(۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَهْطٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ (وفى رواية) عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ. (رواه البخارى)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور اس موقع پر دلی زبان سے انہوں نے کہا، اَلسَّامُ عَلَيْكُم (یعنی السلام کے بجائے السّام کہہ دیا، سلام سلامتی کو اور سام موت کو کہتے ہیں۔ انہوں نے بددعا دینے کی نیت سے یہ سمجھ کر ایسا

کہا کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے گا)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لیا اور فوراً جواب میں فرمایا، بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ بیشک اللہ رحیم ہے، ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (تم کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہئے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کو جواب میں وعلیکم کہہ دیا۔ (یعنی ان کو موت کی بددعا دے دی پس میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور میرے حق میں اُن کی بددعا قبل نہ ہوگی)۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۹۸، از بخاری و مسلم)

تشریح صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تو فحش گو مت بن کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش گو اور فحش اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

یہودیوں کی شرارتیں

یہودی بڑے شریر تھے۔ ان کی شرارتیں آج تک کام کر رہی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی جانتے تھے اور واضح نشانیوں سے پہچانتے تھے، لیکن مانتے نہیں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں جو یہودی رہتے تھے وہ آپ کے سخت دشمن ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیا کرتے تھے بلکہ شہید کرنے اور اسلام و مسلمان کو مٹانے کے پروگرام بنایا کرتے تھے اور اس کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی آتے تھے، باتیں بھی پوچھتے تھے، اور اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ ان ہی سے ایک یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور السلام علیکم کے بجائے دبی زبان سے السام علیکم کہتے تھے۔ درمیان میں لام کو

قصداً کھا جاتے تھے۔ سلام بمعنی سلامتی ہے اور السام بمعنی موت ہے۔ یہودی اپنی خباثت اور شرارت سے بظاہر سلام کرتے تھے، لیکن دبی زبان میں اور دل کے ارادے سے موت کی بددعا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ جو آئے اور ایسی ہی شرارت کی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھانپ لیا اور فوراً سخت الفاظ میں ان کو جواب دیا۔ اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس سے بڑھ کر بددعا دی۔ یہودیوں نے تو صرف موت کی بددعا دی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور موت کی بددعا کے ساتھ ان پر لعنت بھی بھیجی، اور اللہ پاک کا غضب نازل ہونے کی بھی بددعا دی۔ جیسا کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہیں، اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْكُمْ. (کما فی المشکوۃ ص ۳۹۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اے عائشہؓ ٹھہر اور نرمی اختیار کر، سختی اور فحش کلامی سے پرہیز کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ بدکلامی کو اور بدکلامی اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے ان کی حرکتوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں مجھے پتہ ہے، تو نے نہیں سنا میں نے کیا جواب دیا۔ میں نے بھی سنا تو وعلیکم السلام نہیں کہا بلکہ صرف وعلیکم کہہ کر جواب دیا۔ جو کچھ انہوں نے میرے لیے کہا، وہ میں نے ان پر اُلٹ کر دیا۔ ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی اور میری بددعا ان کو لگ کر رہے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جو انہوں نے کہا وہ ان پر اُلٹ دیا گیا۔ مزید سخت کلامی اور بدکلامی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کو نرمی پسند ہے، سختی اور سخت کلامی اور فحش کلامی پسند نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی مبارک نصیحت فرمائی۔ یہودی جو دشمنِ خدا اور دشمنِ دین تھے، ان کو جواب دینے میں بھی یہ پسند نہ فرمایا کہ سختی کی جائے اور بدکلامی اختیار کی جائے۔ جب دشمنوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو آپس میں مسلمانوں کو سخت

کلامی اور بدکلامی اختیار کرنے کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن طعنہ زنی کرنے ولا اور لعنت بکنے والا اور فحش باتیں کرنے والا اور بے حیا نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

مومن کی شان ہی دوسری ہے، وہ تو نرم مزاج، نرم زبان، میٹھے الفاظ والا ہوتا ہے۔ انتقام اور جواب میں کوئی لفظ نکل جائے تو وہ بھی اس قدر ہوتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے۔ جعلنا اللہ ممن یجتنب سخط و یتبع رضوانہ.

مسلمان کی آبروریزی سب سے بڑا سود ہے

(۲۳) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبٰوا الْاِسْتَطَالَةُ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ لِغَيْرِ حَقٍّ. (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ سب سے بڑے سود میں سے یہ بھی ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی آبرو (ریزی) کے بارے میں زبان دراز کی جائے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۹، از بیہقی)

تشریح: سود کتنا بڑا گناہ ہے، اسے سب ہی جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ.

ترجمہ: پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو (یعنی بقیہ سود نہ چھوڑو) تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ سود کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ سود کا ایک درہم جانتے ہوئے آدمی

کھائے تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مشکوۃ)

اس مضمون کو سامنے رکھ کر اب حدیث بالا کے مضمون پر غور کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی بے آبروئی کرنے کے لیے زبان دراز کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی آبرو بہت زیادہ ہے اور اس کی بڑی حرمت ہے۔ بہت سے لوگ دوسرے کا مال ناحق لینے سے تو پرہیز کرتے ہیں اور اس کو حرام سمجھتے ہیں، لیکن مسلمان کی آبروریزی کرنے کو ذرا بھی گناہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ آبرو کا مرتبہ مال سے زیادہ ہے۔ مال ہاتھ کا میل ہے، آنی جانی چیز ہے، اس کا چلا جانا اتنی بڑی مصیبت نہیں ہے جتنی بڑی مصیبت بے آبرو ہو جانا ہے۔ و فی ذالک قیل.

اصون عرضی بمالی لا ادنسہ
لا بارک اللہ بعد العرض فی المال

مسلمان کی عزت و حرمت کتنی بڑی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو اور ان کے عیبوں کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ جو شخص ان کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا (یعنی ان کو کھول دے گا) اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کا پیچھا کرے گا، اس کو رسوا فرما دے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر رہو۔ (سنن ابی داؤد)

تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۴ ج ۴ میں یہ حدیث بحوالہ امام ابن ماجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی ہے۔ حدیث مرفوع نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ معظمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا ہی باعظمت ہے تو

اور کیا ہی عظیم ہے تیری حرمت، اور یہ بات ضرور ہے کہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت کے مقابلہ میں عظیم تر ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہوں اور ان کے عیبوں کے پیچھے لگیں، ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خطاب فرمایا کہ اے وہ لوگو جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو۔ اس اندازِ بیان میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے والا اور ان کے عیبوں کے پیچھے پڑنے والا (یعنی عیبوں کی تلاش اور ٹوہ میں رہنے والا) مسلمان نہیں ہوگا بلکہ ایسی حرکت منافق ہی سے سرزد ہو سکتی ہے جو زبان سے مسلمان ہوتا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَ مَالُهُ وَ عِرْضُهُ. (مسلم) یعنی مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے، اس کا خون بھی، مال بھی، اور اس کو بے آبرو کرنا بھی۔

مسلمانوں کا خون، مال، آبرو سب محترم ہیں

جامع ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے خطبہ میں ارشاد فرمایا، اِنَّ دِمَائَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. یعنی تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں (نہ کسی کا خون بہاؤ، نہ ناجائز طریقہ پر مال لو، نہ کسی کی بے آبروئی کرو، اور ان کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج کے دن کی حرمت ہے اور اس شہر کی حرمت ہے۔

(ترمذی باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال)

بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی غیبتیں کیا کریں

اور لوگوں پر کیچڑ اُچھالا کریں۔ سیاسی جماعتوں اور صحافت سے تعلق رکھنے والوں کا تو یہ خصوصی مشغلہ اور پیشہ ہے۔ اور بہت لوگ درباری ہوتے ہیں۔ اس رئیس کے یہاں گئے تو اس سے پرخاش رکھنے والے کی غیبت کرکے روٹی کھالی اور اس امیر کے یہاں گئے تو اس کے یہاں کسی پر کیچڑ اُچھالی اور پرانی شیروانی اس کے عوض لے اُڑے۔ صرف دنیا سامنے ہے، آخرت کا فکر ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی غیبت کے ذریعہ کوئی لقمہ کھایا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا ہی لقمہ کھلائے گا، اور جس کسی کو کسی مسلمان کی غیبت کی وجہ سے کوئی کپڑا پہنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی قدر جہنم سے (کپڑا) پہنائے گا، اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے شہرت یا ریاکاری کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی کسی کو بڑا بزرگ اور شیخ ظاہر کرے اور اس کو اپنی اغراض کا ذریعہ بنا لے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو (رسوا کرنے کے لیے) ریا اور شہرت کے مقام پر کھڑا کرے گا (تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص ایسا تھا)۔ (اخرجہ ابوداؤد)

کسی کی غیبت کرنا، عیب لگانا، عیب کو ظاہر کرنا، گالی دینا، تہمت لگانا، ناحق ڈانٹنا، جھڑکنا وغیرہ، یہ سب بے آبرو کرنے کی صورتیں ہیں، جن میں بعض کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور بعض کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ

(۲۴) وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَ عِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَ الْمُحَرَّمَ وَ بَعْضَ صَفَرَ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا (سواری کا) اُونٹ بیمار ہوگیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیوی (اُمّ المومنین) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور سفارش) ان سے فرمایا کہ صفیہ کو ایک اونٹ دے دو۔ اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا میں اس یہودی عورت کو (اپنا اُونٹ) دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا ماہ ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ ایام گزرنے تک (یعنی دو ڈھائی مہینے) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے (کلام سلام کا) تعلق چھوڑے رکھا۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۴۲۹، از ابوداؤد)

تشریح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی تھیں، اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ ان کا باپ حُیَی بن اخطب یہودی تھا۔ پہلے ان کا کنبہ بلکہ پورا قبیلہ (بنی نضیر) مدینہ منورہ ہی رہتا تھا۔ ان کے قبیلہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کر دیا تھا جس کا ذکر سورۂ حشر کے پہلے رکوع میں اور احادیث شریفہ میں موجود ہے اور تاریخ و سیرت کی کتابوں میں مفصل حال لکھا ہے۔ یہ لوگ جلاوطن ہو کر خیبر جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں بھی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔ لہٰذا ۷ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ساتھ خیبر کا سفر کیا اور خیبر فتح ہوا۔ اس موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں میں آ گئی تھیں۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا۔

چونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودی باپ کی بیٹی تھیں، اس لیے بطور طعنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو یہودیہ کہہ دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ گفتگو اسلام میں ہرگز گوارا نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے

اس طنزیہ کلمہ پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا برا منایا کہ دو ڈھائی مہینے تک حضرت زینب سے بات چیت اور سلام کلام بند[1] رکھا۔ ایک شریف عورت کے لیے کیسی سخت سزا ہے کہ اس کا شوہر اس سے عرصۂ دراز تک بات نہ کرے، اور شوہر بھی کون؟ اللہ کا پیارا رسول رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے، جن کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

کسی مسلمان سے کلام بند کرنا سخت گناہ ہے۔ لیکن دینی ضرورت سے کسی گناہ پر سزا دینے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی سزا دی اور کلام ترک کر کے ان کے ناگوار کلمہ پر شدید ناگواری کا اظہار فرمایا۔ ایسا کرنے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی تنبیہ ہوئی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بھی دلداری ہوگئی۔ فصلی اللہ تعالٰی علی من بعث لتکمیل مکارم الاخلاق و محاسن الاعمال و الافعال.

تقویٰ مدارِ بزرگی ہے

حقیقی شرف اعمالِ صالحہ اور تقویٰ سے ہے۔ جب کسی نے اسلام قبول کر لیا تو وہ اللہ کا پیارا ہو گیا۔ اگر تقویٰ اور اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے تو پرانے مسلمانوں سے بڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں مقرب ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ تر وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَ لَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی. (مشکوۃ شریف، ص ۴۳۳)۔ یعنی تو کسی کالے یا گورے سے بہتر نہیں ہے، ہاں اگر کسی سے تقویٰ میں بڑھ جائے تو افضل ہو سکتا ہے۔ کسی

[1] یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے ۱۲۔

مسلمان کو یہ عار دلانا کہ کافر کا بچہ ہے، یہودی زادہ ہے، ہندو کا لڑکا ہے، نصرانی کی اولاد ہے، جاٹ ہے، چمار کا پوت ہے، ایسا ہے ویسا ہے، یہ بھی گناہ ہے، اور سخت ممنوع ہے، اسلام میں اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

غیبت کسے کہتے ہیں اور اس کی مضرت کیا کیا ہے

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَ اِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. (رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا، کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کو اس طریقہ سے یاد کرے جو اسے برا لگے۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جو بیان کر رہا ہوں (تو اس کا کیا حکم ہے؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو نے اپنے بھائی کے حق میں وہ کہا (جو عیب اس میں ہے) تب تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا۔

کسی میں عیب اور برائی ہوتے ہوئے کرنا غیبت ہے اگر عیب اور برائی نہ ہو پھر بیان کرے تو تہمت ہے

تشریح اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح سے کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو اور ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کسی کی برائی

کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے غلط تو نہیں کہا؟ جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی عیب کسی کے اندر موجود ہو پھر اس کو بیان کرو گے تو غیبت ہوگی اور اگر اس کے اندر وہ خرابی اور عیب و برائی نہیں ہے جو بیان کر رہے ہو تو یہ بہتان ہوا جو غیبت سے بھی سخت ہے۔ بعض جاہل کہتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا، یا میں نے اس کے منہ پر کہا ہے، پیٹھ پیچھے غیبت نہیں کی ہے۔ یہ دلیل شیطان نے سمجھائی ہے، اس دلیل سے غیبت کرنا جائز نہیں ہو جاتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اُسے ناگوار ہو۔ معلوم ہوا کہ گناہ کی بنیاد دل دکھانے اور ناگواری ہونے پر ہے، سامنے برائی کی جائے تب گناہ ہے، منہ پر کہا جائے تب گناہ ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ کسی کے گناہ کا ذکر کرنا، کپڑے میں عیب بتانا، نسب میں کیڑے ڈالنا، برے القاب سے یاد کرنا، اس کی اولاد کو کالا بے ڈھنگا بتانا اور ہر وہ چیز جس سے دل دکھے یہ سب حرام ہے اور غیبت میں داخل ہے۔

عورتوں کو غیبت کا خاص ذوق ہوتا ہے

عورتوں میں بڑا مرض ہے کہ بات بات میں نام دھرتی ہیں اور طعن و تشنیع کرتی ہیں۔ جہاں دو چار مل کر بیٹھیں عیب لگانے شروع کر دیئے۔ فلاں کالی ہے اور وہ چندھی ہے، اسے خاندان کے رسم و رواج کا علم نہیں ہے، نہ کپڑا سینا جانتی نہ کاٹنا، بس پان کھاتی رہتی ہے، پھوڑیا ہے، ایسی ہے ویسی ہے، یہ سب باتیں سراسر غیبت ہیں۔

غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ.

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گن ہوتے ہیں، اور سراغ مت لگایا کرو اور تم میں کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے۔ کیا میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کر والا بہت مہربان ہے۔

غور فرمائیں قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ پس جب کسی کی غیبت کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد اس کا گوشت کھایا۔ مطلب یہ کہ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے طبعاً نفرت ہے، اسی طرح اس کی غیبت سے سخت نفرت ہونی چاہیے۔

تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے (غیبت کر کے) دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھا آخرت میں اس کا (جسم والا گوشت) غیبت کرنے والے کے قریب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو کھالے۔ اس حالت میں کہ وہ مردہ ہے جیسا کہ تو نے اس زندگی کی حالت میں گوشت کھایا تھا۔ اس کے بعد وہ اس گوشت کو کھائے گا اور چی جائے گا اور اپنا منہ بگاڑتا جائے گا۔[1]

[1] کذا فی تفسیر ابن کثیر عن ابی یعلی و قال غریب جدا و ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ایضًا قال العراقی اخرجہ ابن مردویہ فی التفسیر مرفوعا و موقوفا و فیہ محمد ابن اسحق رواہ العنعنۃ اھ ۱۲.

دو روزہ دار عورتوں کا عجیب واقعہ

حضرت عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا۔ ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا ہے اور قریب ہے کہ وہ پیاس سے مر جائیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ وہ شخص دوپہر کے وقت پھر آیا اور عرض کیا، یا نبی اللہ، اللہ کی قسم وہ مر چکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان دونوں کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں حاضر ہو گئیں اور ایک پیالہ لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک عورت سے فرمایا، قے کر۔ چنانچہ اس نے قے کی تو پیپ اور خون اور گوشت (کے ٹکڑے) نکلے جس سے آدھا پیالہ بھر گیا۔ پھر دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور آدھ کچرے گوشت وغیرہ کی قے کی، یہاں تک کہ پورا پیالہ بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان دونوں نے حلال چیزوں کو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا، اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی تھیں ان کے چھوڑنے کا روزہ نہ رکھا (بلکہ اس میں مشغول رہیں) ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور دونوں لوگوں کے گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں۔[1]

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ ان سے ایک مرتبہ گناہ (یعنی زنا) صادر ہو گیا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں آ کر چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے بے توجہی برتتے رہے لیکن وہ برابر اقرار کرتے

[1] قال البیھقی فی مجمع الزوائد ۱۷۱ ج۳ رواہ احمد و رواہ ابویعلی نحوہ و فیہ رجل لم یسم ۱۲.

رہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کے کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے پاک فرما دیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو سنگسار کرنے یعنی پتھروں سے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمیوں کی یہ بات سنی کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ اس کو دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی، پھر اس کے نفس نے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ (اس نے خود ہی آ کر گناہ کا اظہار اور اقرار کیا اور) اس کو سنگسار کر دیا گیا جیسے کتے کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ ان کی یہ بات سن کر اس وقت آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر چلتے رہے، یہاں تک کہ ایک مردہ گدھے پر گزر ہوا، جس کی ٹانگ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں شخصوں کو بلایا (جنہوں نے مذکورہ کلمات کہے تھے) اور فرمایا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ہم حاضر ہیں۔ فرمایا، تم دونوں اُترو اور اس مردہ گدھے کی لاش میں سے کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا، اے اللہ کے نبی اس میں سے کون کھائے گا؟ فرمایا، جو تم نے ابھی اپنے بھائی کی بے آبروئی کی (یعنی غیبت کی اور برا کہا) وہ اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، بلاشبہ یہ شخص (یعنی حضرت ماعزؓ اپنی سچی توبہ اور ندامت کی وجہ سے) جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

(۲۶) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ وَحَكَيْتُ لَهٗ اِنْسَانًا فَقَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اِنْسَانًا وَاِنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ کسی موقع پر) رسول اکرم ﷺ سے عرض کر دیا کہ صفیہؓ بس اتنی سی ہے۔ (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی

مزید خامی بتانے کی ضرورت نہیں ہے، پستہ قد ہونا ہی کافی ہے)۔ یہ سن کر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کو بھی بگاڑ ڈالے۔ یہ واقعہ بتا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضور انور ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اُتاری۔ اس پر سیّد المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی شخص کی نقل اُتاروں اگرچہ مجھے ایسا کرنے پر (دنیا کی) اتنی دولت مل جائے۔ (سنن ابوداؤد، ۳۱۲ ج ۲، باب فی الغیبۃ)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگرچہ عیب دار ہو) اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اُتارنا گناہ ہے اور سخت ممنوع ہے۔ عام طور سے کسی کے ہکلانے یا لنگڑا کر چلنے یا تو تلانے یا نظر گھمانے کی نقل اُتاری جاتی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا، جس کی وجہ سے سخت گنہگار ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ گناہ حقوق العباد سے ہے اس لیے جب تک بندہ سے معافی نہ مانگی جائے توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔

کسی کو پستہ قد بتانے پر تنبیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قد کی کوتاہی کو خاص انداز میں ذکر کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا خراب کلمہ ہے کہ اگر اس کو جسم کی صورت دے کر سمندر میں گھول دیا جائے تو سمندر کو بھی گدلا کر کے رکھ دے، اور اس کے موجودہ رنگ و بو اور مزہ کو بدل ڈالے۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہمارے لیے کس قدر باعثِ عبرت ہے۔ ہر شخص غور کر لے کہ کتنے انسانوں کے اعضاءِ جسم میں اب تک کیڑے ڈالے ہیں اور کتنے لوگوں کی چال ڈھال کو عیب دار بتایا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو لنگڑے کو لنگڑا کہا ہے اور بہرہ کو بہرہ، چندھے کو چندھا

اور اندھے کو اندھا کہہ کر بلایا ہے اور یہ بات حقیقت اور واقعہ کے خلاف نہیں ہے، جھوٹ ہوتا تو قابلِ گرفت ہوتا۔ مگر یہ حیلہ شرعاً بالکل بے معنی ہے۔ حدیث نمبر ۱۵ کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ گناہ کا مدار ناگواری پر ہے، بات کے جھوٹا سچا ہونے پر نہیں ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو قد چھوٹا بتایا غلط بات نہ تھی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

غیبت سننا بھی حرام ہے

غیبت بہت بری بلا ہے، جس طرح غیبت کرنا منع ہے، غیبت سننا بھی منع ہے اور آخرت میں اس کا وبال بہت ہی برا ہے۔ بعض مردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیبت کا ان کو ایسا چسکہ لگ جاتا ہے کہ ہر مجلس اور ہر موقع میں غیبت ہی کرتے یا سنتے رہتے ہیں۔ جب تک کسی کی غیبت نہ کریں ان کی روٹی ہی ہضم نہیں ہوتی۔ کسی کی زبان سے غیبت کر دی اور کسی کی آنکھ کے اشارے اور کسی کی نقل اُتار کر، کسی کی خط میں لکھ کر، اور کسی کی اخبار میں مضمون دے کر۔ غیبت کے شوقین مُردوں کو بھی نہیں بخشتے، جو لوگ اس دنیا سے گزر گئے ان کی بھی غیبتیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ اس اعتبار سے بہت خطرناک ہے کہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سے معافی نہیں مانگی جا سکتی۔ پھر اس میں دہرا گناہ ہے کیونکہ میت کی غیبت کے ساتھ ان لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جو مرنے والے سے نسب کا یا کسی طرح کی نسبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ جو شخص دنیا سے چلا گیا اگر اس کا کوئی مالی حق رہ گیا ہو تو وہ اس کے وارثوں کو دے کر جان چھوٹ سکتی ہے، لیکن مرنے والے کی غیبت کو وارث بھی معاف نہیں کر سکتے۔ غیبت کرنے یا سننے میں جو نفس کو مزہ آتا ہے اس مزہ کا نتیجہ جو آخرت میں بصورتِ عذاب ظاہر ہوگا، جس طرح کسی کا مالی حق دبا لینے یعنی روپیہ پیسہ یا کوئی چیز غیر شرعی طور پر قبضہ کر لینے سے میدانِ قیامت میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین

ہوگا، اس طرح جس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا غیبت سنی ہوگی یا کسی بھی طرح سے کسی کی بے آبروئی کی ہوگی، ان سب صورتوں میں نیکیاں دینی پڑیں گی اور دوسرے کے گناہ سر لینے ہوں گے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۴ میں یہ مضمون آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ

ہوش مند بندے وہی ہیں جو اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں۔ تیری میری برائی میں نہیں پڑتے۔ نہ غیبت کرتے ہیں نہ غیبت سنتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خوب زیادہ ذکر و تلاوت کرتے ہیں، نمازیں بھی لمبی لمبی پڑھتے ہیں اور بھی طرح طرح کی نیکیوں میں مشغول رہتے ہیں، لیکن چونکہ غیبتوں اور تہمتوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لیے اپنی ساری نیکیوں کو اپنے حق میں مٹی کر دیتے ہیں۔ جن کے حق دبائے، غیبتیں کیں یا غیبتیں سنیں، یہ بھاری بوجھل نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کے گناہ اپنے سر پر اُٹھائیں گے اور اس وقت حیران کھڑے رہ جائیں گے اور دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ عوف نامی ایک شخص تھے وہ حضرت ابن سیرینؒ کے پاس گئے اور حجاج بن یوسف کی کچھ برائی کر دی۔ حضرت ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ منصف اور عادل ہے۔ جو حجاج کی غیبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بھی بدلہ دلائے گا۔ جیسا کہ حجاج سے ان لوگوں کو بدلہ دلائے گا جن پر حجاج نے ظلم کیا (تم کو اپنی فکر کرنا لازم ہے) کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے تو تم کو اپنا سب سے چھوٹا گناہ حجاج کے سب سے بڑے گناہ سے بھی بڑا معلوم ہوگا۔[1] (کیونکہ چھوٹے گناہ پر بھی مواخذہ ہو سکتا ہے)

حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدترین غیبت عبادت گزاروں کی ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ بظاہر یہ بتاتے ہیں کہ ہم غیبت سے بچ رہے ہیں حالانکہ جس کو غیبت سے بچنا سمجھتے ہیں در حقیقت وہ غیبت ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال یہ لکھی ہے کہ دوسروں پر طنز کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے

[1] احیاء العلوم ۱۲

جس نے ہمیں بادشاہوں کے پاس جانے میں مبتلا نہیں فرمایا اور طالبِ دنیا نہیں بنایا، یا یوں کہتے ہیں کہ ہم بے حیائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسا کہنے میں لفظوں میں کسی کی غیبت نہیں ہے، لیکن ان باتوں کے سنانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہیں دوسروں کے سامنے ان کا یہ عیب ظاہر کر دیں اور اشاروں سے سمجھا دیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے غیبت نہیں کی حالانکہ غیبت بھی کر دی اور ریاکاری کا بھی مظاہرہ کر دیا، یعنی اپنے عمل کی تعریف کر دی۔ اسی طرح سے بعض لوگ تعریف کے پیرایہ میں غیبت کر جاتے ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں کہ فلاں شخص پہلے عبادات میں بہت آگے آگے تھا لیکن اب سستی آ گئی ہے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہو گیا جس میں ہم سب لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسا کہنے میں کسی مخصوص آدمی کی برائی اور اپنی تعریف مقصود ہوتی ہے۔ اپنے کو عبادت گزاروں میں شامل کر دیا اور بات اس انداز سے کی جیسے اپنی برائی کر رہے ہوں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں غیبت اور ریاکاری اور اپنے نفس کا تزکیہ تین چیزیں موجود ہیں۔ یہ تینوں گناہ ہیں۔ لیکن کہنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔

امام غزالیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ غیبت سننے اور دوسرے سے کرید کر نکالنے کے لیے بھی بعض کلمات استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے کسی کی ذرا سی غیبت کی تو سننے والا کہے گا، یہ تو عجیب بات ہے، میں تو اس کو اب تک اچھا ہی سمجھتا تھا اور جو تم نے بتایا اس کے خلاف جانتا تھا۔ یہ الفاظ تو بظاہر اظہارِ تعجب اور گویا ایک طرح کی ہمدردی پر مشتمل ہیں لیکن حقیقت میں یہ غیبت کرنے والے کی تصدیق ہے اور اس طرح سے اس کی زبان سے مزید باتیں اُگلوانے کے لیے آفرین اور شاباش ہے۔ بظاہر اس میں غیبت نہیں لیکن غیبت کی تصدیق ہے۔ اور غیبت سن کر خاموش ہو جانے والا اور سننے والا غیبت کرنے والے کے گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غیبت زبان ہی پر منحصر نہیں ہے

بلکہ کنایۃً کتابۃً بھی غیبت ہوتی ہے۔ ہاتھ کا اشارہ، آنکھ کا اشارہ ان سب سے غیبت ہوتی ہے۔ اسی طرح سے کسی لنگڑے کی نقل اُتارتے ہوئے لنگڑا ہو کر چلنا (یا چندھے کی نقل اُتارنے کے لیے آنکھیں میچ کر بات کرنا) بھی غیبت ہے، بلکہ زبان کی غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں لنگڑا ہونے کی تصویر اور تفہیم بھی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ یعنی بڑی خرابی ہے ہمزہ اور لمزہ کے لیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ هُمَزَہ زبان سے عیب لگانے والا اور لُمَزَہ آنکھ سے اشارہ کر کے عیب دار بتانے والا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ هُمَزَہ وہ ہے جو کہ ہاتھوں سے اور آنکھ سے اشارہ کرے اور لُمَزَہ وہ ہے جو زبان سے عیب لگائے۔ ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں میں زبان سے غیبت کرنے والے اور ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے غیبت کرنے والے کی خرابی بتائی ہے۔ بعض لوگ زبان کے لفظوں سے غیبت نہیں کرتے بلکہ کسی کے عیب کی طرف زبان نکال کر اشارہ کر دیتے ہیں، اور بعض لوگ پاؤں کا انگوٹھا ہلا دیتے ہیں۔ یہ سب چیزیں غیبت میں شامل ہیں جس کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا۔

حضرت امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ دل سے بھی غیبت ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے بارے میں گمان کر کے یہ طے کر لے کہ وہ ایسا ہے۔ وسوسے اور خیالات تو آتے رہتے ہیں، ان پر مواخذہ نہیں ہے، لیکن دل میں کسی کے بارے میں دیکھے اور کسی مخبر صادق کی اطلاع کے بغیر کسی برائی کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) اور ایسے گمانوں کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی کے بارے میں کسی برائی کا یقین کر لو، جب تک کہ تمہارے پاس ایسا علم نہ آ جائے جس میں تاویل کی گنجائش نہ

ہو۔ بغیر علم یقینی کے کسی کی برائی کا یقین کر لینا شیطان کی تلقین سے ہوتا ہے۔ شیطان کی تکذیب کے بجائے تصدیق کرنا ظاہر ہے کہ گناہ ہے کیونکہ وہ تو افسق الفساق ہے۔

جو غیبت کی ہے یا سنی ہے اس کی معافی مانگ کر اس سے سبکدوش ہو جائے

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لیے غیبت کرنے، غیبت سننے، تہمت لگانے، گالی دینے، کسی کی نقل اُتارنے، کسی کا مذاق بنانے سے اپنی حفاظت کرے، اور جن لوگوں کے حقوق دبائے ہیں یا غیبتیں کی یا سنی ہیں یا کسی کے حق میں کسی بھی طرح سے آگے یا پیچھے سے کوئی کلمہ ایسا کہا ہے جو ناگواری کا باعث ہو تو ان سب سے معافی مانگے۔ اگر ملاقات ہونے کی صورت نہ ہو تو خط کے ذریعہ معافی طلب کرے۔ اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو مالی حق اس کے وارثوں کو دیدے، اور دوسری چیزوں کی معافی کے واسطے مرنے والوں کے لیے اتنی زیادہ دعائے مغفرت کرے جس سے یقین ہو جائے کہ اس کی جو غیبت اور برائی کی تھی یا غیبت سنی تھی یا تہمت لگائی تھی اس کی تلافی ہو گئی۔ بعض علماء نے یوں فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی یا سنی، اگر اسے پتا چل گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لے اور اگر اسے پتہ نہ چلا ہو تو اسے بتائے بغیر اس کے لیے اس قدر دعائے مغفرت کرے کہ غیبت وغیرہ کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے۔

جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی طرف سے دفاع کرے ورنہ اُٹھ جائے

ہمارے ایک استاد غیبت سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کسی کا اچھا تذکرہ بھی اپنی مجلس میں نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ آج کل کسی کی

تعریف کے کلمات کہنا بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے حق میں اچھے کلمات کہنا شروع کر دے تو فوراً ہی دوسرا شخص اس کی برائی شروع کر دیتا ہے۔ پھر سب حاضرین غیبت سننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا کہ ابوحنیفہؒ غیبت سے کس قدر دور ہیں۔ ان کو تو کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے (بھی) نہیں سنا۔ اس پر حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ بڑے عقلمند ہیں، اپنی نیکیاں دوسروں کو دینے کا کام نہیں کرتے۔ (تہذیب الاسماء واللغات)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ غیبت کرنا، غیبت سننا دونوں گناہ کبیرہ ہیں، لہٰذا اگر کسی موقع پر کسی کی غیبت ہونے لگے تو حاضرین کو چاہئے کہ اس کو روکیں اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کا پارٹ لیں۔ اگر تردید کرنے کی قدرت نہ ہو دل سے بُرا سمجھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ جائیں۔ اُٹھنا تو اپنے اختیار میں ہے۔ غیبت سننے کے لیے کوئی مجبور نہیں کرتا جیسا کہ غیبت کرنے والے کے لیے بھی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔ دوزخ کی آگ کا تصور کریں تو ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کرتا ہے (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا، اور اگر قدرت ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو دنیا و آخرت میں گرفت ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا اجر

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے

ذریعہ کھایا جارہا تھا تو اللہ جل شانہ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرمائے۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے (یعنی اس کی آبرو کے موقع پر جو غیبت وغیرہ کے ذریعہ ہو رہی ہے، اس کی حمایت کرے اور جو لوگ بے آبروئی کر رہے ہیں ان کی کاٹ کرے) اللہ جل شانہ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اُس سے دور فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت تلاوت فرمائی، وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (مشکوٰۃ المصابیح)

چغل خور کی مذمت

(۲۷) وَعَنْ اَسْمَاءِ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَءَاءَ الْعَنَتَ.

(رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ بُرائی سے بیزار ہیں ان کے لیے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۵، از احمد بیہقی)

تشریح اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی ہے اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں ان کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ چغلی کھا کھا کر اہل

محبت اور اہلِ تعلق میں جدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جو لوگ شر اور فساد سے بَری ہیں ان کے درمیان فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے۔ جو چغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا، بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کی بری حرکت اور شرارت سے اچھے خاصے اہلِ محبت اور اہلِ وفاء میں جنگ ہو جاتی ہے۔ دلوں میں بغض اور نفرت کے شعلے بھڑک کر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں۔ چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدل کی آگ کو سلگاتا ہے۔ لوگوں میں لڑائی ہوتی دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ گویا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دوسروں کے لیے جو لڑائی کی آگ سلگائی اس سے اپنی قبر میں انگارے بھی بھر دیئے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے (کہ جس کے چھوڑنے پر مشکل اُٹھانی پڑتی، اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز ہے) اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا۔ (یعنی فساد کے لیے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لے کر جاتا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲)

عذابِ قبر کے دو بڑے سبب

اس حدیث کے پیشِ نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا[1]، اور چغلی کھانا عذابِ قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد

[1] جاء مصرحا فی بعض الروایات من هذه القصة اما احد هما فكان لا يستتر من البول ۱۲

ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (یعنی جو شخص کسی کی بات سن کر اس میں ملاوٹ کر کے لگائی بجھائی کرے اور اِدھر کی اُدھر پہنچائے، جنت میں داخل نہ ہوگا) اور ایک حدیث میں قتات کی جگہ نمام آیا ہے۔ نمام چغل خور کو کہتے ہیں، اور بعض علماء نے قتات اور نمام میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو، پھر (وہاں سے اُٹھ کر) چغلی کھائے، اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے، جس کا بات کرنے والوں کو پتہ بھی نہ ہو، اس کے بعد چغلی کھائے۔ جو کسی مجلس میں موجود ہو خواہ اس مجلس میں ایک دو آدمی ہی ہوں، وہاں اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو منع کر دے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اُٹھ جائے، اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی جگہ نقل نہ کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں۔ (کسی مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو اِدھر اُدھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے، اور گناہ ہے) ہاں اگر کسی مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہوا ہو یا ناحق کسی کا مال لینے کا مشورہ ہوا ہو تو یہ بات نقل کر دے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کی یہ بات امانت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یعنی کسی شخص نے کسی سے کوئی خاص بات کہہ دی اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کسی نے سنا تو نہیں، تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی کو سنانا نہیں چاہتا، لہٰذا جس سے بات کہی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے۔ بہت سے لوگ یہاں کی بات وہاں پہنچا دیتے ہیں، جو غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور یہ شخص چغل خوروں میں شمار ہو جاتا ہے اور خود اپنا بُرا کرتا ہے۔

قیامت کے دن دوغلہ کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی

(۲۸) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاْتِیْ هٰٓؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَ هٰٓؤُلَاءِ بِوَجْهٍ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو (دنیا میں) دو چہرے والا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور اُن لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۱ از بخاری و مسلم)

تشریح حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے، قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (سنن ابوداؤد)

دو چہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے، بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے اور دوغلہ پن اختیار کرتا تھا، اس لیے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا۔ گویا کہ فریق اوّل سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی، اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا۔ ایسے شخص کے ایک ہی چہرے کو دو چہرے قرار دیا گیا۔ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اُسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے۔ اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ بات کی الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس کی زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا، اس لیے قیامت کے دن اس حرکتِ بد کی سزا مقرر کی گئی ہے کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں گی جن کے ذریعہ جلتا بھنتا

رہے گا، اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک.

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان اَن بن ہو، ان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اُگل دیتا ہے۔ پھر ہر طرف کی باتیں اِدھر اُدھر پہنچاتے ہیں، جس سے دونوں فریق کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور دوغلہ صاحب کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔

مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت

(۲۹) وَ عَنْ وَاثِلَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَتَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَ یَبْتَلِیْکَ.

(رواه الترمذی و قال هذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کر۔ (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اُس پر رحم فرمادے اور تجھے مبتلا فرمادے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۴، از ترمذی)

تشریح اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے، اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دکھ تکلیف یا نقصان و خسارہ وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار نہ کرو کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہو گے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے، اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دیدے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر

دے۔ اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کی مصیبت یا دکھ تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا یا کسی طرح کی کوئی نقل اُتاری تو خوشی کا اظہار کرنے والا، مذاق اُڑانے والا اور نقل اُتارنے والا، خود اسی مصیبت میں اور عیب اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے جو دوسرے میں تھا۔ اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے، دینی یا دنیاوی، تو اس پر خوش ہونا یا طعنہ کے طرز پر اس کو ذکر کرنا اور بطور عار اور عیب کے اس کو بیان کرنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو یہ اچھی چیز ہے۔ لیکن حق گوئی کا بہانہ کر کے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا اور دل کے پھپھولے پھوڑنا درست نہیں ہے۔ مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے، اور نصیحت کا طرز اور ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے۔ رُسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب ولہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو عیب دار بنانے کے لیے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کرلے گا۔ (ترمذی)

پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دینے والی عورت کا انجام

(۳۰) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَ صِیَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ قِلَّةَ صِیَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا وَ اِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَ لَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ. (رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول

اللہ بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء دیتی ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے، اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے، اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا نہیں دیتی۔ یہ سن کر آنحضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۴۲۵، از احمد بیہقی)

تشریح انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے بچے گھر میں آجاتے ہیں، بچوں بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے، ان کی بکری اور مرغی بھی گھر میں آجاتی ہے، ان چیزوں سے ناگواری ہوتی ہے، اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض اور کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اور پھر ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے، اور غیبتوں اور تہمتوں تک کے انبار لگ جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور بعض عورت تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں، اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کے دل چھلنی کرتے رہتے ہیں اور لڑائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پورا محلہ ان سے بیزار رہتا ہے۔

اسی طرح ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازی ہے، خوب صدقہ کرتی ہے، نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے، لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک بات ہے کہ بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ دیکھو پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزہ کی کثرت سے بھی کام نہ چلا۔ اس کے بخلاف ایک دوسری عورت کا

ذکر کیا گیا جو فرض نماز پڑھ لیتی تھی، فرض روزہ رکھ لیتی تھی، زکوۃ فرض ہوئی تو وہ بھی دلوا دیتی تھی، نفلی صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی، ہاں تھوڑا سا صدقہ پنیر کے ٹکڑوں کا کر دیتی تھی، لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے۔ جب اس کا تذکرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنتی فرمایا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھے اخلاق اور خوبی کے معاملات کے ساتھ زندگی گزارنے کی شریعتِ اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور اپنی طرف سے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے، اور اس کی مشکلات و مصائب میں کام آئے۔ جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے۔ اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے۔ اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے۔ اور اس سے تکلیف پہنچ جائے تو صبر کرے۔ ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لیے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ اگر کسی طرح کوئی سلوک نہ کر سکے تو کم از کم اتنا ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گزارے کہ اس کو کسی قسم کا خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

پڑوسیوں کے حقوق

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کس کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں۔ فرمایا، جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ

ہو۔(بخاری و مسلم)

ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔(مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے پڑسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو اچھے کام کرنے والا ہے تو تو اچھا ہے اور اگر وہ کہیں کہ تو برے کام کرنے والا ہے تو برا ہے۔(ابن ماجہ)

یہ اس لیے فرمایا کہ انسان کے اچھے برے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی گواہی اس لیے زیادہ بہتر ہے کہ ان کو بار بار دیکھنے کا اور تجربہ کرنے کا موقع پیش آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں۔ اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اسی اثناء میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی۔ آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے پیچھے دوڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، اے عائشہؓ اس کو بکری کے بارے میں نہ ستاؤ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو (بیہقی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی اور مدعیٰ علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔(رواہ احمد)

[1] الادب المفرد باب لا یوذی جارہ ۱۲۔

ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی پر کسی طرح سے بھی کوئی ظلم و زیادتی تو بالکل ہی نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس کی خدمت اور دلداری اور معاونت کرے۔

تعریف میں غلو اور مبالغہ کرنے کی ممانعت

(۳۱) وَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَاتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ. (رواه البخاري و مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں مبالغہ کیا۔ پس میں اللہ کا بندہ ہی ہوں، لہٰذا تم میرے بارے میں یوں کہو کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷، از بخاری و مسلم)

تشریح: اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا جس قدر بھی کی جائے کم ہے۔ اس کی ذاتِ پاک تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع ہے۔ سیّد الاوّلین والآخرین حضرت فخرِ عالم محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں۔ سب سے اکرم و افضل ہیں۔ آپ کی تعریف کرنا نظم میں اور نثر میں بہت بڑی سعادت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضور اقدس ﷺ کی شانِ اقدس میں بہت سے قصائد منقول اور ماثور ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عہدِ نبوت میں شعرائے اسلام میں سے تھے۔ حضور ﷺ کی تعریف میں قصیدے کہتے رہتے تھے اور دشمنوں سے جو جنگیں ہوتی تھیں اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ اور حضرات صحابہؓ کی شجاعت اور دلیری بیان کرتے تھے۔ جو مشرکین حضور اقدس ﷺ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا قصیدہ کہتے

تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نامناسب باتیں کہی گئی ہوں تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کا جواب دیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حسان کی تائید فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کی جانب سے دفاع کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

درحقیقت اس زمانہ میں یہ بھی بہت بڑا اسلامی کام تھا، کیونکہ مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے جا باتیں کہتے تھے اور اپنے قصیدے مشہور کرتے تھے۔ اس وقت ضروری تھا کہ شعر کا شعر سے مقابلہ کیا جائے اور دشمن کی باتوں کا ڈٹ کر جواب دیا جائے۔ مشرکین اپنی ہجو کے اشعار سن کر بہت متاثر ہوتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش یعنی مشرکین مکہ کی ہجو کرو، کیونکہ یہ ان پر تیر لگنے سے زیادہ شدید ہے۔ (مسلم)

زبان سے جہاد

جس طرح تلوار سے جہاد ہوتا ہے، مال خرچ کر کے بھی ہوتا ہے اور زبان کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ سنن ابوداوٗد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ اَلْسِنَتِكُمْ. یعنی مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں اور زبانوں سے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کافروں کو اپنے اشعار کے ذریعہ خوب منہ توڑ جواب دیئے، اور اس دینی خدمت کو پوری طرح انجام دیا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَ اَشْتَفٰى. یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی، اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ شفا دی اور خود بھی شفایاب ہوئے۔ (صحیح مسلم)

مطلب یہ کہ مشرکین کو ایسے ایسے جواب دیئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ آرزو ہی نہ رہی کہ کاش کوئی خوب اچھا جواب دیتا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا اور دشمنوں کو شاعری میں بھی خوب نیچا دکھایا۔

خلافِ شرع نعت کہنے والے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور نعت بہت بڑے اجر و ثواب کی بات ہے لیکن اس میں حد سے آگے بڑھ جانا جائز نہیں۔ اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے کرتے اتنا آگے بڑھے کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بتا دیا، اور اسی کا عقیدہ رکھنے لگے، توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔

اُمتِ محمدیہ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں لکھنے کا بہت شوق اور ذوق ہے اور یہ بہت مبارک ہے۔ لیکن جو لوگ شریعت کی پابندی کا دھیان نہیں رکھتے وہ نعتوں میں بہت سی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جس میں بہت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے اشعار کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی بتا دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی جو خاص صفات ہیں جو کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتیں ان سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو متصف کر دیتے ہیں۔ ایسی نعتیں لکھنا پڑھنا حرام ہے۔ جس ذاتِ مقدس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں، خود انہی کے ارشادات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو چاہو کہہ دو سب صحیح ہے۔ ان لوگوں کی یہ بات سراسر غلط ہے۔ اللہ پاک کا قرب اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق عمل کیا جائے۔ احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی کبھی اور کہیں بھی کرنے کی اجازت اور گنجائش نہیں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں مبالغہ درست نہیں تو مشائخ اور اساتذہ کی تعریفوں میں مبالغہ کیسے

درست ہو سکتا ہے۔ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین اور جنید زمان اور ابوحنیفۂ دوران وغیرہ القاب کیسے درست ہوں گے۔

مزامیر پر نعت پڑھنا

حضور اقدس ﷺ کی نعتیں مجلسوں، محفلوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ سچی تعریف تو بہر حال مبارک ہے، لیکن جھوٹی تعریف اور شرکیہ مضامین پر مشتمل نعتیں پڑھنے اور سننے کی کسی حال میں گنجائش نہیں ہے۔

آج ہوتا یہ ہے کہ اوّل تو بہت سی نعتیں شریعت کے مطابق نہیں ہوتیں، پھر اوپر سے ان کو ہارمونیم اور ڈھولک پر پڑھتے ہیں اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے کی سخت ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ نعت سچی ہو یا جھوٹی، باجوں کے ساتھ پڑھنا سخت گناہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ. (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۸)

ترجمہ: میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔

بہت سے لوگوں نے یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ قوالوں کو دعوت دیتے ہیں اور راتوں رات قوالی کی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ ان میں ہارمونیم اور دیگر سازوسامان کے ساتھ راتوں رات قوالی سنتے ہیں اور چونکہ اس میں حضور اقدس ﷺ کی نعتیں اور صوفیانہ نظمیں ہوتی ہیں اس لیے ان مجلسوں کی شرکت نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ اُلٹا ثواب سمجھتے ہیں۔ نام تو ہے نبی اکرم ﷺ کی نعتیں سننے کا لیکن اصل مقصود

ہے ہارمونیم وغیرہ کی آواز سے نفس کو غذا دینا۔ اگر بغیر ہارمونیم کے کوئی شخص یوں ہی کوئی نعت پڑھے تو دس بارہ منٹ بھی وہاں بیٹھنا یا کھڑا ہونا نہیں ہوتا، اور ہارمونیم کے ساتھ کوئی کلام سنایا جائے تو راتوں رات بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر آخر میں فجر کی نماز بھی ضائع کرتے ہیں، اور عجیب بات ہے کہ اس سارے مشغلہ کو ثواب سمجھتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں باجوں گاجوں کے مٹانے کے لیے بھیجا گیا ہوں (جیسا کہ اوپر حدیث گزری) لیکن اُمتی ہونے کے دعویدار آپ ہی کی نعتوں کو ہارمونیم اور دوسرے سازوسامان پر سنتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے کو تو جی نہیں چاہتا، نفس کو جس چیز میں مزا ملے اسی کو کرتے ہیں، پھر شیطان کے بہکانے سے گناہ کو ثواب سمجھا دیتا ہے تاکہ گناہ سے توبہ بھی نہ کر سکے، اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو۔

یومِ عاشورہ کے غیر شرعی افعال

محرم کے مہینہ میں عموماً اور عاشورہ کے دن خصوصاً تعزیوں کے اور ماتموں کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ان میں ڈھول ڈھمکے تاشے باجے نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے غم کی یاد تازہ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غم کی یاد تاشوں اور باجوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور غم تازہ کرنا اور رونا دھونا لے کر بیٹھنا اور ماتم کرنا ہی کون سا شریعت کا بتایا ہوا عمل ہے۔ یہ بھی روافض کی ایجاد ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جو چیز نفسانی خواہشات پر عمل میں لائی جائے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتی ہے۔

اپنے گھر کا کوئی آدمی وفات پا جائے تو اس وقت تاشے باجے بجا کر دیکھیں۔ کیا اس مذاق کے لیے حضرات اہل بیت ہی رہ گئے ہیں کہ ان کے غم میں

ڈھول پیٹے جا رہے ہیں اور تاشے بج رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ. کہ گھنٹیاں (جو جانوروں کے گلوں میں ڈالی جاتی ہیں) شیطان کے باجے ہیں۔ (مسلم)۔ جن لوگوں پر شیطان کا قابو چلتا ہے وہ اپنا دل خوش کرنے کے لیے ان کے نفسوں میں تاشے باجے اور گھنٹے گھنٹیاں بجانے کے خیالات اور وسوسے ڈالتا ہے۔ چونکہ یہ چیز نفسانی مزاج لوگوں کی خواہشات کے موافق ہے اس لیے جلد سے قبول کر لیتے ہیں اور خوب مست ہو کر تاشے باجے نقارے اور ہارمونیم اور سارنگی بجاتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالک.

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت

(۳۲) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلٰثًا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کر دی۔ اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا کہ تیرے لیے ہلاکت ہو، تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ (پھر فرمایا) کہ جس کو کسی کی تعریف کرنی ہی ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ (اور) یہ بھی اس وقت ہے جب کہ واقعۃً ایسا سمجھتا ہو (پھر فرمایا کہ) اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۲، از بخاری و مسلم)

تشریح اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آ جائے۔ جب ایک شخص نے دوسرے

شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ یعنی اس کے سامنے تعریف کر کے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کر دیا۔ پھر یہ اس صورت میں ہے جب کہ تعریف سچی ہو۔ اگر جھوٹی ہے تو جھوٹی تعریف تو کرنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ وہ تو گناہِ عظیم ہے۔ پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی کہ اگر کسی کی تعریف کرنی ہو (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں) تو یوں کہے کہ فلاں کو میں ایسا سمجھتا ہوں، اور صحیح صورتِ حال اللہ کو معلوم ہے، وہی اس کا حساب لینے والا ہے۔ ان کلمات کے کہنے سے اوّل تو وہ شخص نہیں پھولے گا جس کی تعریف میں یہ الفاظ کہے، اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعویٰ بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعۃً ایسا ہی ہے، کیونکہ بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے، اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لہٰذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے، اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعویٰ ہے، اور جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دینا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں۔ اسی کو فرمایا وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا. (یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے) احادیث شریفہ سے بعض مواقع میں منہ پر تعریف کرنا بھی ثابت ہے مگر یہ جب ہے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ پھولنے والا اور خود پسندی میں مبتلا ہونے والا نہ ہو۔

تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دو

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک شخص نے ان کی

تعریف کر دی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور تعریف کرنے والے کے منہ پر پھینک دی اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں پر مٹی جھونک دو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ظاہری مضمون پر عمل کیا اور وہی زیادہ واضح ہے، اور بعض علماء نے حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ جو لوگ کچھ مال حاصل کرنے کے لیے تعریف کرتے ہیں ان کے مونہوں پر خاک ڈالو یعنی ان کو کچھ بھی نہ دو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اچھے بندوں کی تعریف کے بارے میں بیان ہوا، اور جھوٹی تعریف اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم جل مجدہٗ غصہ ہوتے ہیں اور اللہ کا عرش حرکت کرنے لگتا ہے۔ (بیہقی)

عرش کا حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس کی تعریف کرنا بہت ہی بری چیز ہے۔ جس کے سامنے اللہ کی عظمت نہیں ہوتی وہی ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ شانہ ناراض ہے۔ عرشِ الٰہی کو یہ تعریف ناگوار ہے، اس لیے وہ حرکت میں آجاتا ہے۔

کافروں اور فاسقوں کی تعریف بہت بڑا اور بہت برا مرض ہے۔ شاعروں کا کام ہی یہ ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملایا کریں اور جھوٹی تعریفیں کر کے روٹی حاصل کیا کریں۔ اور دنیائے سیاست میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جس کو لیڈر بنالیا وہ چاہے کافر ہو چاہے بہت بڑا فاسق و فاجر ہو اس کی تعریف اور توصیف کرنے کو فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ اوّل تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے صالح بندوں کو اپنا مقتدا بنائے اور ان کے ساتھ چلے اور ان کی نگرانی بھی کرتا رہے کہ شریعت کے مطابق کہاں تک چل رہے ہیں۔ کافروں اور فاسقوں کو مقتدا بنانا ہی گناہ ہے۔ پھر

کافروں اور فاسقوں کی تعریف اور زیادہ گنہگاری کی بات ہے۔ الیکشن کے مواقع میں تو اپنے لیڈر کو اور اپنی جماعت کے لوگوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور جسے جتانا مقصد ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پل باندھ دیتے ہیں، اور فریق مخالف خواہ کیسا ہی نیک صالح ہو، مجمعوں میں اور جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اس کی غیبتیں کرنے اور اس پر تہمتیں دھرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور ناکردہ گناہ اس کے ذمہ عائد کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان تعریفوں اور مذمتوں کا انجام آخرت میں کیا ہے۔ یہ زبان کی لگائی ہوئی کھیتیاں جب کاٹنی پڑیں گی اور انجام بھگتنا ہوگا، تو کیا بنے گا؟ بہت فکر کی بات ہے۔

الیکشن کے موقع پر اپنے اُمیدوار کی تعریف اور دوسرے فریق کی غیبتیں

بعض لوگ اس لیے اپنے اُمیدوار کی مدد کرتے ہیں کہ یہ کامیاب ہو گیا تو ہم کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اگر کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا؟ اور کامیاب ہو کر حقیر دنیا کا کچھ فائدہ اس نے پہنچا بھی دیا تو اس کی تلافی کیسے ہوگی جو اس کی معاونت میں دوسروں پر تہمتیں لگائی ہیں اور غیبتیں کی ہیں اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے۔ آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے والے ہی نہیں رہے، دنیا کی محبت نے ہر قسم کے گناہوں میں ملوث کر رکھا ہے اور تباہی کو بہتر جان رہے ہیں۔ اوّل تو ضروری نہیں کہ تمہارا ہی اُمیدوار جیتے گا۔ اگر جیت ہی گیا تو کرسی اور سیٹ اس کو ملے گی۔ تم اس کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو، یہ غور کرنے کی بات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من شر الناس منزلة یوم القیمة عبد اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ۔ (ابن ماجہ عن ابی امامۃ) یعنی قیامت کے دن بدترین حیثیت اس شخص کی ہوگی جس نے دوسرے کے دنیا کی وجہ سے اپنی آخرت تباہ کر دی۔ ہر شخص کو

تنہا اپنی قبر میں جانا ہے، اپنا حساب خود دینا ہے، موت سے پہلے اپنا حساب خود کر لینا چاہیے۔

بُرے اشعار پڑھنے گانے بجانے کی ممانعت

(۳۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّمْتَلِیَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیْهِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِیَ شِعْرًا. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۹، بخاری و مسلم)

تشریح اس حدیث میں شعر پڑھنے کی مذمت فرمائی ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ شعر معنی کے اعتبار سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ہوتے ہیں۔ برے شعر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ جن شعروں میں جھوٹ ہو، جھوٹی تعریف ہو، کسی کی مذمت یا غیبت ہو، جہالت ہو، جاہلیت کی حمایت ہو، کفر اور شرک کے مضامین ہوں، ایسے اشعار کے کہنے، پڑھنے، لکھنے، سننے میں گناہ ہونا ظاہر ہے، اور عموماً ایسے ہی اشعار سے نفس کو مزہ آتا ہے۔ پھر ان کے ساتھ ساز سارنگی، باجا گاجا بھی ہو تو گناہ در گناہ اور دوہرا ہو جاتا ہے۔ اور جو اشعار اچھے ہوں ان کو پڑھنا زبان پر لانا درست ہے لیکن ساز سارنگی باجے گاجے اور ہارمونیم اور ڈھول کے ساتھ ان کا پڑھنا بھی سخت گناہ ہے۔

سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں موسیقی کے لیے مستقل وقت دیا جاتا ہے اور گانا بجانا بلکہ نچانا سکھانے کے لیے مستقل پیریڈ رکھے

جاتے ہیں، اور اس بیہودگی اور بدکرداری کو فنونِ لطیفہ کا نام دیا جاتا ہے اور ثقافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور یہ جاہلیت کی حرکتیں؟ اور پھر اوپر سے شریف ہونے کا دعویٰ! اہلِ دین اور اہلِ حق غور کر لیں کہ ان حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا کیا منہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میرے رب نے مجھے گاجے باجے کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے۔[1] اور نالائق اُمتی گانے بجانے کو اور آلاتِ موسیقی کو زندگی کا جزو بنالیں، یہ کہاں تک زیب دیتا ہے خوب غور کر لیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ کی مضرتیں

افسوس ہے کہ جن ممالک کی حکومتیں مسلمان کے ہاتھوں میں ہیں وہ ریڈیو اور ٹی وی پر گانے بجانے کے خصوصی اور ہمہ وقتی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور ٹی وی پر تو ناچ بھی دکھاتے ہیں۔ مسلمان حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات و فواحش سے روکیں، نہ یہ کہ خود خلافِ شرع پروگرام پیش کریں اور اُمت کی آنے والی نسلوں کو بگاڑ کر رکھ دیں۔ ٹی وی نے تو ہر گھر کو فواحش کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے۔ چھوٹے بڑے سب مل کر بے حیائی کے پروگرام دیکھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں۔ ٹی وی پر چونکہ تصویر آتی ہے اس لیے اس کو اچھی باتیں سننے کے لیے بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزوِ زندگی بنا رکھا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سن رہے ہیں اور لیٹے ہیں تو گانا سن رہے ہیں۔ عورتیں کھانا پکا رہی ہیں یا دوسرے

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۸

مشغلہ میں ہیں تو ریڈیو کھول رکھا ہے یا ٹیپ ریکارڈ چالو کر رکھا ہے۔ اس لیے تو عملی نفاق عام ہو رہا ہے۔ شیطان نے قابو پایا ہوا ہے اور نیکی کی طرف طبیعت نہیں آتی۔ اللہ سمجھ دے اور ہدایت دے۔ بسوں میں سفر کرو تو گانا، ٹیکسی میں بیٹھو تو گانا، ایک سچے مسلمان کے لیے سفر حضر سب مصیبت بن کر رہ گیا ہے۔ کالجوں میں مستقل موسیقی روم ہیں۔ جس کو گانا سننا ہو وہاں چلا جاتا ہے۔ ان کالجوں میں مسجدوں کا انتظام نہیں ہوتا مگر گانے بجانے کا انتظام ضرور ہوتا ہے۔ اور اساتذہ و طلبہ سب اسلام کا دم بھرتے ہیں اور مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔ فاللّٰہ یھدیھم.

عشقیہ گانوں اور غزلوں اور ناول اور افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے اور خاندان کے بڑوں کو اس پر خوشی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

شعر کلامِ موزوں کو کہتے ہیں۔ اس میں اچھی باتیں بھی کہی جا سکتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں۔ (بخاری)۔ اور خراب باتیں بھی اشعار میں کہی جا سکتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اشعار کا ذکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حَسَنُهُ حَسَنٌ قَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ یعنی شعر کلام ہے، اچھا اچھا ہے اور بُرا بُرا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اشعار کا پڑھنا اور سننا ثابت ہے، لیکن چونکہ مزہ دار اور داد کے لائق ان ہی اشعار کو سمجھا جاتا ہے جن میں سراپا جھوٹ ہو اس لیے اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شاعر ہونا پسند نہیں فرمایا۔ سورۂ یٰسین میں ارشاد ہے، وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے شایانِ شان بھی نہیں) کیونکہ شاعری محض اتنی سی بات کو نہیں کہتے کہ وزنِ عروضی کے مطابق کسی کی زبان سے اشعار نکلتے چلے جائیں، بلکہ شاعری جس چیز کا نام ہے اس میں وزن کے مطابق شعر ہونے کے ساتھ ساتھ بعض دیگر امور بھی لازم ہوتے ہیں جن میں سب سے بڑی چیز جھوٹ ہے۔ اس کو عارف

گنجوی نے فرمایا ہے ۔

در شعر پیچ و در فن او   چوں اکذب اوست احسن او

اس جھوٹ کو دنیائے تخیلات اور شاعری کی نازک خیالی کہا جاتا ہے۔ جب تک شاعر آسمان زمین کے قلابے نہ ملا دے اور بے تکی تشبیہ استعمال نہ کرے اس وقت تک اس کو شاعر سمجھا ہی نہیں جاتا۔ ایک صاحب سے کسی نے کہا کہ محبوب کے بارے میں کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ۔

دند انش درد ہا نند   و چشمانش زیر ابر دانا نند

چونکہ بات سچی تھی لوگوں کو پسند نہ آئی۔ ایک صاحب نے کہا کہ ۔

اے آنکہ جزء لا یتجزی دہاں تو   طولے کہ ہیچ عرض نہ دارد میان تو

اس کو خوب پسند کیا گیا کیونکہ سراسر جھوٹ ہے۔

قرآن مجید میں شاعروں اور ان کے پیچھے چلنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۙ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

ترجمہ: اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں، اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کیے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اس کے ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا، اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ بے راہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شاعر ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں یعنی مضامین منظوم کرنے کے لیے خیالات کی دنیا میں اِدھر اُدھر ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ جب کوئی نادر بات خیال میں آجاتی ہے تو اسے منظوم کر لیتے ہیں۔ کسی کی تعریف کی، آسمان پر چڑھا دیا، اور مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کی شاعری کا ادنیٰ کرشمہ ہوتا ہے۔ جھوٹ، مبالغہ، تخیل، بے تکی تشبیہ، جس جنگل میں گئے منہ پھیر کر نہ دیکھا اور چلتے ہی چلے گئے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا کہ شاعر وہ باتیں کہتے ہیں کہ جو نہیں کرتے۔ ان کا کلام پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے صوفی صافی ہوں گے، اور جا کر ملاقات کرو تو بہت بڑے رِند اور فاسق۔ ان کا شعر پڑھو تو معلوم ہوگا کہ بڑے شیر بہادر ہیں، ملاقات کرو تو واضح ہو کہ بڑے بزدل اور ڈرپوک ہیں۔

پھر اچھے شاعروں کا استثناء فرمایا کہ شعراء میں جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ اختیار کیے اور مظلوم ہونے کے بعد جواب دیا یعنی اشعار میں اللہ کا بہت ذکر کیا اور کفر اور گناہ کی برائی کی، یا کافروں نے اسلام کی جو ہجو کی اس کا حد اعتدال میں جواب دیا، ایسے اشعار مذموم نہیں ہیں۔

حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے، اس سے برے اشعار مراد ہیں، جن میں کفریہ باتیں ہوں، کافروں اور فاسقوں کی مدح ہو، گناہ اور گناہوں کی چیزوں کی تعریف ہو، عشقیہ غزلیں ہوں جو گناہوں پر اُبھارتی ہوں۔ عام طور سے ایسے ہی اشعار کو پسند کیا جاتا ہے اور ایسے ہی اشعار کی مذمت کی گئی ہے۔

قیامت کے دن مفلس کون ہوگا

(۳۴) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَ صِیَامٍ وَ زَکٰوةٍ وَ یَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ اَکَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَکَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطِیْ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَا هُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ.

(رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت) فرمایا، کیا تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسہ والا) کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال اور سامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، اور ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ اس کو گالی دی ہوگی اور اسے تہمت لگائی ہوگی۔ ایک کا مال کھایا ہوگا، دوسرے کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دیدی جائیں گی اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی۔ پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۳۵، از مسلم)

نیکیوں اور برائیوں سے لین دین

تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی روایت فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی پر کسی قسم کا کوئی ظلم کیا ہو، اس کی بے آبروئی کر کے یا اور کسی طرح کوئی زیادتی کر کے (مثلاً قرض دبا کر یا مال میں خیانت کر کے) تو آج ہی اس سے حلال کرلے (یعنی ادا کر کے یا معافی مانگ کر ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے) اس دن سے پہلے جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔ (اور نیکیوں سے اور برائیوں سے لین دین ہوگا)۔ اگر ظلم وزیادتی کرنے والے کے نیک عمل ہوں گے تو ظلم وزیادتی کے بقدر اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

مظلوم کی برائیاں ظالم کے ذمے

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ظلم کے بہت سے شعبے ہیں۔ بہت سے لوگ مال دبا لینے کو یا مار پٹائی کو ظلم وزیادتی سمجھتے ہیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، غیبت سننا، تہمت لگانا، ڈانٹ دینا، جھڑک دینا، رُسوا کرنا اور کسی بھی طرح سے آبروریزی کرنا جو روزمرہ کا مشغلہ رہتا ہے، اس کو بالکل بھی ظلم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس طرح ناجائز طور پر مال کھا جانا ظلم ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر بے آبرو کرنا ظلم ہے۔ حدیث بالا میں صاف مذکور ہے کہ بڑی بڑی نیکیاں لے کر آنے والے میدانِ قیامت میں اس لیے مفلس رہ جائیں گے کہ جن لوگوں پر انھوں نے مظالم کیے تھے ان کی وجہ سے نیکیاں دینی پڑیں گی اور مظلوموں کے گناہ اپنے سر لینے پڑیں گے۔ ان مظالم میں حضور اقدس ﷺ نے گالی دینے، تہمت لگانے کا بھی ذکر فرمایا اور یہ دونوں زبان کے گناہ ہیں۔ ناجائز مال کھانا، خون بہانا، مار پٹائی کرنا بھی مظالم کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ چیزیں زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے صادر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ زبان کو بھی ان میں دخل ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے کسی پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا ہوا ہے آج ہی اس دنیا میں حلال کرلے

کیونکہ قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی کرنی پڑی تو بہت ہی سخت معاملہ ہوگا۔ وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں، نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ جن لوگوں پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا تھا ان کو اپنی نیکیاں دینی ہوں گی اور وہ ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے۔ پھر اپنے اور ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر دوزخ میں جانا ہوگا۔ اور یہ کوئی سمجھ داری کی بات نہیں کہ اپنی نیکی کر کے دوسروں کو دیدیں۔ دوسروں پر ظلم کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔ ہر شخص اپنا حساب لے اور جو مظالم ہو چکے ان کے بارے میں فکر کر کے قابلِ ادائیگی حقوق کی ادائیگی کرے، یعنی مالی حقوق ادا کردے اور جو کسی کو مارا پیٹا ہو، ڈانٹا ڈپٹا ہو یا کسی بھی طرح کسی کی بے آبروئی کی ہو، گالی دی ہو، تہمت لگائی ہو، غیبت سنی ہو، اس سب کی معافی مانگ لے اور جن جن لوگوں پر ظلم کیا ہو، ان کا دل خوش کردے۔

اپنے جان و مال کے لیے بددعا نہ کرو

(۳۵) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَةً یُسْئَلُ فِیْھَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لیے بددعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ جل شانہ سے بددعا کر بیٹھو اور وہ تمہاری بددعا قبول فرما لے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۹۴، از مسلم)

تشریح دعا بہت بڑی چیز ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دعا سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی عمل نہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا

ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے سوال نہیں کرتا، اللہ جل شانہ اس پر غصہ ہو جاتے ہیں (عن المشکوٰۃ)۔ ظاہر ہے کہ جو چیز اتنی بڑی ہے اس کے کچھ آداب بھی ہوں گے اور یہ آداب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بندوں کو اللہ سے جوڑا اور غافلوں کو اللہ سے لو لگانے کی طرف توجہ دلائی، دعا کی فضیلت بتائی، اس کے طریقے سمجھائے، دعا کے الفاظ بتائے اور آداب سکھائے۔ اس حدیث میں ایک خاص نصیحت فرمائی اور وہ یہ کہ دعا ہمیشہ خیر کی کرنی چاہئے۔ دکھ تکلیف اور شر اور ضرر کی کبھی دعا نہ مانگے۔ کیسی بھی کوئی تکلیف ہو، اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے اور جان و مال کے لیے بددعا کے الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے۔

خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو اس نصیحت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، کیونکہ کوسنے پیٹنے میں ان کی زبان بہت چلتی ہے۔ بات بات میں شوہر کو، بچوں کو، جانوروں کو، حتیٰ کہ گھر کی ہر چیز کو اپنی بددعا کا نشانہ بناتی رہتی ہیں۔ جہاں کسی بچے نے کوئی شرارت کی، کہہ دیا کہ تجھے ڈھائی گھڑی کی آئے، کسی کو کہہ دیا، لوٹنی لیا، کسی کو ہیضہ کی نکلی کی بددعا دے دی، کسی کو اللہ مارا بتا دیا، اور کوئی سامنے نہ آیا بکری ہی کو کوسنے کا نشانہ بنا دیا، مرغی کا ناس کھو دیا، کپڑے کو آگ لگنے کی بددعا دے دی، لڑکے کو کہہ دیا کہ تو مر جاتا، بیٹی کو کہہ دیا کہ تیرا برا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ عورتوں کی بے لگام زبان چلتی رہتی ہے اور کوسنے پیٹنے اور بددعا کا ڈھیر لگا دیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتیں کہ ان میں سے اگر کوئی بددعا اللہ جل شانہ کے یہاں مقبول ہوئی اور کوئی بچہ مر گیا، مال کو آگ لگ گئی یا اور کسی طرح کا نقصان ہو گیا تو کیا ہوگا؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقبولیت کی گھڑی میں بددعا کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو رونے اور ٹسوے بہانے بیٹھ جاتی ہیں، اور یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ اپنی ہی بددعا کا نتیجہ ہے۔ اب رونے سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ سے جو مانگا مل گیا۔ پہلے زبان پر قابو کیوں نہ رکھا۔ بہت سے مرد بھی

ایسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے لیے یا اولاد کے لیے یا کاروبار کے لیے بددعا کے الفاظ زبان سے نکال بیٹھتے ہیں۔ مرد ہوں یا عورت سب کو اس حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ اپنے لیے اور اپنی جان مال کے لیے بددعا نہ کریں۔ جب اللہ جل شانہ سے مانگنا ہی ہے تو مصیبت اور نقصان اور موت کی دعا کیوں مانگیں، نفع اور خیر کی دعا کیوں نہ مانگیں، اور موت کے بجائے درازیٔ عمر کا سوال کریں۔

موت کی دعا کرنے کی ممانعت

بعض لوگ تکلیف اور مصیبت کے موقع پر موت کی دعا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ. (مشکوٰۃ ۱۳۹)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ بس اگر بہت مجبور ہو جائے اور دعا کرنا چاہے تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دینا۔

بہت سی عورتیں اپنی جہالت سے موت کی بددعا کرنے لگتی ہیں اور اللہ پاک کی شان میں بے ادبی بھی کر دیتی ہیں۔ مثلاً یہاں تک کہہ گزرتی ہیں کہ تو مجھے کیوں نہیں اُٹھا لیتا، تیرے یہاں میرے لیے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ چونکہ بددعا اور کوسنا پیٹنا بھی آفات لسان میں داخل ہے، اس لیے یہ حدیث ہم نے اس رسالہ میں نقل کی ہے۔

اللہ جل شانہ نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ موت بھی

دے سکتا ہے اور زندگی بھی۔ جب قادرِ مطلق سے مانگنا ہے تو بدحالی اور ضرر اور شر کی دعا کیوں مانگیں۔ اس سے ہمیشہ خیر ہی کی دعا مانگنا لازم ہے۔ حضور اقدس ﷺ ایک صحابیؓ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے جو بہت کمزور ہو چکے تھے اور کمزوری کے باعث چوزے کی طرح نظر آ رہے تھے۔ ان کا حال دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا کرتے رہے ہو یا کسی بات کا سوال کرتے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے آپ آخرت میں جو سزا دینے والے ہیں وہ سزا ابھی مجھے دنیا میں دے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ تمہیں اس (عذاب کے سہنے) کی طاقت نہیں ہے، تم نے یہ دعا کیوں نہ کی کہ:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے (یعنی دونوں جہان میں اچھی حالت میں رکھ) اور عذابِ دوزخ سے بچا۔

اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان صاحب نے یہی دعا کی تو اللہ جل شانہ نے ان کو شفاء دے دی۔ (مسلم شریف)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہئے اور دکھ تکلیف کی کبھی دعا نہ مانگے اور اللہ سے ہمیشہ خیر کا سوال کرے۔

جن صحابیؓ کا ابھی اوپر واقعہ بیان ہوا، ان کو حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ط یہ دعا بہت جامع ہے۔ اس میں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کا سوال آ جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے

تھے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن مجید میں بھی اس دعا کی ترغیب آئی ہے۔ ہم کو بھی اکثر یہ دعا مانگنی چاہئے۔ حضور اقدس ﷺ کو جامع دعائیں پسند تھیں۔ جامع سے مراد وہ دعا ہے جس میں دنیا و آخرت کی سب حاجتوں یا بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے۔ اس میں الفاظ کم ہوتے ہیں اور معانی کا پھیلاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ان ہی جامع دعاؤں میں عافیت کی دعا بھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ منبر پر (ایک مرتبہ) تشریف لے گئے، پھر (اس وقت کے بعض ظاہری و باطنی حالات و کیفیات کی وجہ سے) رونے لگے۔ اس کے بعد فرمایا، اے لوگو! اللہ جل شانہ سے معافی کا اور عافیت کا سوال کرو کیونکہ کسی شخص کو دولتِ ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ملی۔ (ترمذی)

عافیت کا سوال کرنے کا حکم

عافیت بہت جامع لفظ ہے۔ صحت، تندرستی، سلامتی، آرام، چین، سکون، اطمینان ان سب کو شامل ہے۔ عافیت کی دعا بہت زیادہ کرنی چاہئے۔ دنیا و آخرت میں عافیت نصیب ہونے کی دعا کیا کریں۔ اگر یہ الفاظ یاد کرلیں تو بہتر ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. (یعنی) اے اللہ! میں آپ سے عافیت اور معافی کا سوال کرتا ہوں دنیا اور آخرت میں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے، لَا یُسْئَلُ اللّٰہَ عَبْدٌ شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یُّسْئَلَ الْعَافِیَۃَ. (مستدرک حاکم) یعنی اللہ جل شانہ سے کسی بندے نے کوئی سوال ایسا نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک عافیت کے سوال سے زیادہ محبوب ہو۔ دعاؤں کے فضائل اور آداب وغیرہ کے لیے ہمارا رسالہ فضائلِ دعا ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ غلط بتانے اور مشورہ غلط دینے کا وبال

(۳۶) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَ مَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا (اور اس نے اس پر عمل کر کے غلط کام کر لیا) تو اس کا گناہ اس پر ہوگا جس نے اس کو فتویٰ دیا، اور جس نے کسی کام کے سلسلہ میں بھائی کو ایسا مشورہ دے دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ بہتری اس کے علاوہ دوسرے مشورہ میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۳۵، از ابوداؤد)

تشریح اس حدیث پاک میں بغیر علم کے مسئلہ بتانے کی وعید سے آگاہ فرمایا ہے۔ اوّل تو مسئلہ معلوم کرنے والے پر لازم ہے کہ ہر ڈاڑھی والے کو دیکھ کر عالم و مفتی سمجھتے ہوئے مسئلہ معلوم کرنے نہ لگ جائے، بلکہ جس کے بارے میں اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ گواہی دیتے ہوں کہ عالم اور مفتی ہے ایسے شخص سے مسئلہ معلوم کرے۔ جس کو علم نہیں ہے جس سے پوچھا جائے اس پر لازم ہے کہ اگر مسئلہ نہ جانتا ہو تو صاف کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ اٹکل اور گمان سے ہرگز نہ بتا دے۔ اگر غلط مسئلہ بتا دیا اور سائل نے اس پر عمل کر لیا تو اس کا گناہ اس جاہل مفتی پر ہوگا، اور جب تک وہ اس پر عمل کرتا رہے گا اور دوسروں کو بتاتا رہے گا اس کا وبال غلط فتویٰ دینے والے پر پڑتا رہے گا۔

فتویٰ دینے میں احتیاط کی ضرورت

اس زمانے میں لوگ مسئلہ بتانے کی ذرا ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔

جہاں ایک دو کتاب پڑھ لی مسائل کے دریا بہانے لگے۔ اگر کسی بڑے عالم و محقق مفتی کے پاس کوئی سائل مسئلہ معلوم کرنے پہنچ جائے تو عالم و مفتی غور و فکر میں لگ جاتا ہے، اور مجلس میں بیٹھے ہوئے نیم مُلّا بتا کر ختم بھی کر دیتے ہیں۔ اور اب تو یہ مصیبت سوار ہوگئی کہ علماء کو چھوڑ کر مغرب زدہ عربی داں فتویٰ دینے کو اپنا کام سمجھنے لگے ہیں۔ اور چونکہ قرآن و حدیث سے نابلد ہیں اس لیے جو نفس کہتا ہے اور یورپ کے مزاج سے جو چیز چپکتی ہے اس کو شریعتِ اسلامیہ بتانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! جس کو علم کی بات معلوم ہو، اسے چاہئے کہ بتا دے اور جسے معلوم نہ ہو، اسے چاہئے کہ کہہ دے، اَللّٰهُ اَعْلَمُ (یعنی اللہ خوب جاننے والا ہے، مجھے معلوم نہیں) کیونکہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی علم کی بات ہے۔[1]

حضرت شعبیؒ نے فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عالم کی ڈھال لَا اَدْرِیْ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ شیطان کے لیے اس عالم سے بھاری کوئی چیز نہیں ہے جو علم کے ساتھ بولتا ہے اور علم کی روشنی میں خاموش ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم کے متعلق شیطان کہتا ہے کہ اس کی خاموشی میرے اوپر اس کے بولنے سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو رونے لگتے تھے اور فرماتے، کیا تم کو میرے علاوہ کوئی نہ ملا جو میرے پاس آنا پڑا۔[2]

[1] مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۔ [2] احیاء العلوم ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے معلوم فرما کر سوال کا جواب دیا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یہ کہ اعلم الخلائق تھے، جب کوئی بات معلوم نہ ہوتی تھی تو جواب دینے میں توقف فرماتے اور وحی آنے کے بعد جواب دیتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی نے دریافت کیا کہ زمین میں سب جگہوں سے بہتر کون سی جگہیں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کے آنے تک ٹھہر، (ان سے پوچھ کر بتایا جائے گا)۔ وہ یہودی خاموش رہا اور (تھوڑی دیر میں) حضرت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ بات دریافت کی جو یہودی نے پوچھی تھی۔ سوال سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اور آپ اس بارے میں برابر کے لاعلم ہیں، میں رب تبارک وتعالیٰ سے دریافت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ جب باری تعالیٰ سے دریافت کر کے حاضر ہوئے تو بتایا شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا. سب سے بری جگہیں بازار ہیں اور سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں۔[1]

صحابہ رضی اللہ عنہم کی احتیاط فتویٰ دینے میں

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فتویٰ دینے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں ایک سو بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ جب ان میں سے کسی ایک سے حدیث یا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرے علاوہ دوسرے بھائی سے دریافت کر لیتا تو اچھا تھا۔

۱ مشکوٰۃ المصابیح ۱۲

ایک روایت میں ہے کہ جب ان میں سے کسی سے دریافت کیا جاتا تو وہ سائل کو دوسرے کے پاس بھیج دیتا اور وہ تیسرے کے پاس اور تیسرا چوتھے کے پاس، حتیٰ کہ وہ سائل گھوم پھر کر اسی کے پاس پہنچ جاتا تھا جس سے سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا جاتا تو فرماتے تھے، سَلُوْا مولانا الحسن، ہمارے سردار حسن (بصریؒ) سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا تو فرماتے تھے کہ سعید بن المسیبؒ سے معلوم کرلو۔

ابنِ حصین نے اپنے زمانے کے عالموں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ (بعض ایسے) مسائل میں (تنہا) فتویٰ دے دیتے ہیں کہ اگر وہ مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا جاتا تو وہ اس کے لیے اہلِ بدر کو جمع کر کے دریافت فرماتے۔[1]

حضرت امام ابوحنیفہؒ بعض مسائل کے بارے میں عمر بھر فیصلہ نہ کر سکے۔

(منها مسئلة الدهر)

احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے ایک بار ۴۸ مسائل دریافت کیے گئے تو صرف ۶ کا جواب دے دیا اور باقی ۴۲ کے متعلق فرمادیا کہ مجھے معلوم نہیں

اگر مسئلہ معلوم ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے کتاب دیکھ کر زبانی یا تحریری جواب دینا چاہیے۔ بڑے عالم کی نشانی ہے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور خوب فکر اور مطالعہ کے بعد جواب دے۔ اگر معلوم نہ ہو تو دوسرے عالم کے پاس بھیج دے جیسا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

عالم ومفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر مسئلہ بتانے میں بھول چوک ہوگئی

۱ احیاء العلوم ۱۲

اور غلط بتا دیا تو علم ہوتے ہی فوراً رجوع کر لے یعنی غلطی کا اقرار کر لے اور جس کو بتایا تھا اس کو غلطی سے باخبر کر دے۔

مشورہ غلط دینا خیانت ہے

حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دیا اور اپنے دل میں سے اس سے بہتر مشورہ جانتا ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔ مطلب یہ ہے کہ امانت و خیانت صرف روپیہ پیسہ ہی میں نہیں ہوتی بلکہ مصلحت کے خلاف مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔ جب کسی نے تم سے مشورہ طلب کیا تو تم کو اپنا ہمدرد سمجھا۔ اب تم کو لازم ہے کہ اگر مشورہ دو تو وہی مشورہ دو جو اس کے حق میں بہتر ہو۔ بہتری کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہوگا۔

خاموشی کی ضرورت اور فضیلت

(۳۷) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَصْمُتْ. (رواہ البخاری)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ خیر کی بات کرے یا خاموش رہے۔ (بخاری، ۸۷۹، ج۲)

تشریح اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا حکم دیا۔ اوّل یہ کہ

مہمان کا احترام کیا جائے۔ دوم یہ کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دیں۔ سوم یہ کہ خیر کی بات کریں یا خاموش رہیں۔

خاموشی بے خطر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عنوان اختیار فرمایا وہ مومنانہ زندگی کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہے۔ آپ چاہتے تو یوں فرماتے کہ ایسے ایسے کام کرو۔ لیکن اس کو یوں فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ ایسا ایسا کرے، یعنی یہ کام ایمان والوں کے کرنے کے ہیں، اور یہ مومن کے خاص اوصاف ہیں۔ جس کے دل میں ایمان و یقین کی مایہ ہوگی وہ پڑوسی کے حقوق کی ضرور نگہداشت کرے گا، اس کو تکلیف نہیں دے گا، مہمان کا اعزاز و اکرام کرے گا، اور زبان کا بے جا استعمال نہ کرے گا۔ یا تو خیر کے کلمات زبان سے نکالے گا یا خاموش رہے گا۔ خیر کے الفاظ میں اللہ کا ذکر، تلاوت، استغفار، درود شریف، امر بالمعروف نہی عن المنکر دینی تعلیم وتدریس سب کچھ داخل ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کوشش یہی کرنی چاہئے کہ زبان خیر کے کلمات میں استعمال ہوتی رہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اتنی ہمت نہیں کرتا کہ خیر ہی کے کلمات میں زبان کو لگائے رکھے تو پھر اس پر لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے۔ بولنے میں بہت خطرات ہیں اور خاموشی بے خطر چیز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَنْ صَمَتَ نَجَا. یعنی جس نے خاموشی اختیار کی اس نے (بہت سی آفات وہلکات سے) نجات پائی۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بہت سی نصیحتیں

فرمائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ عَلَیْکَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِلشَّیْطَانِ وَ عَوْنٌ لَّکَ عَلٰی اَمْرِ دِیْنِکَ. یعنی تم لمبی خاموشی اختیار کرو کیونکہ اس کے ذریعہ شیطان ذلیل ہو کر دور ہوگا اور اس سے تمہارے دینی کاموں میں مدد ملے گی۔ (مشکوٰۃ)۔ کیونکہ شیطان زبان ہی کے ذریعہ انسان پر زیادہ قابو پاتا ہے۔ اگر کسی نے زبان بند رکھی تو شیطان کے حربہ اور حملہ سے بہت زیادہ محفوظ رہے گا اور دینی امور انجام دینے میں اس کی اللہ پاک کی طرف سے مدد ہوتی رہے گی۔

طویل خاموشی کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا، کیا میں تم کو کوئی ایسی باتیں نہ بتا دوں جن پر عمل کرنا بہت ہلکی اور آسان چیز ہے اور اعمال کے ترازو میں خوب بھاری ہوگی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان میں سے ایک تو طویل خاموشی ہے (یعنی خوب زیادہ چپکا رہنا) اور دوسری چیز اچھے اخلاق ہیں۔ پھر فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ساری مخلوق نے ان دو کاموں جیسا (فائدہ مند) عمل نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ)

کم بولنا نعمت ہے

ان سب روایتوں سے خاموش رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ درحقیقت یہ بہت بڑا عمل ہے۔ بولنے کی عادت نہ ہوگی تو ہر طرح کی بدکلامی سے، غیبت اور تہمت سے، لایعنی باتوں سے، فضول کلام سے محفوظ رہے گا۔ اگر زبان کو نیک کاموں میں استعمال نہ کر سکتا ہو تو پھر خاموشی ہی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ مجھے بولنے پر تو بارہا ندامت ہوتی ہے لیکن خاموشی پر کبھی

شرمندگی نہیں ہوئی۔

جو کچھ بولتے ہیں ہوا میں نہیں اُڑ جاتا، وہ لکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ط (وہ انسان) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگرانی کرنے والا تیار ہے۔

جو کچھ بولا جاتا ہے اس کا حساب کتاب ہے، نفع نقصان ہے، دنیا و آخرت میں جزا یا سزا ہے، لہٰذا خوب دیکھ بھال کر ضرورت کے لیے تھوڑی بہت بات کریں ورنہ خاموش رہیں۔ اور جو بات کریں وہ بھی جائز ہو۔ اور اگر زبان کو نیکی میں لگائیں تو اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ بولنے کے گناہ بہت زیادہ ہیں اور خاموشی بہت کم کسی موقع میں گناہ بن جاتی ہے۔ مثلاً جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہو، وہاں خاموشی اختیار کر لی جائے تو گناہ ہوگا، لیکن عام حالات میں خاموشی ہی بہتر اور افضل ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ زیادہ بولنے کو کمال سمجھتے ہیں۔ زیادہ بولنا کمال نہیں ہے۔ خاموشی بولنے سے زیادہ کمال کی صفت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبت ہونے کی اور کم بولنے کی نعمت دے دی گئی تو اس سے قریب ہو جاؤ (یعنی اس کی صحبت اختیار کرو) کیونکہ اس پر حکمت کا ارتقاء ہوتا ہے۔ (یعنی اس کے دل میں اللہ پاک حکمت کی باتیں ڈال دیتے ہیں)۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۴۶)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اس کی ان چیزوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے جن کا ظاہر ہونا ناگوار ہوتا ہے۔ اور جس شخص نے اپنے غصہ کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا۔ اور جو شخص اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے (یعنی توبہ کرے) اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۳۴)

زبان ایک درندہ ہے

حضرت طاؤسؒ نے فرمایا کہ میری زبان درندہ ہے، اگر اسے چھوڑ دوں گا تو مجھے کھا جائے گا۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے دین میں عقل مند نہیں ہے جو اپنی زبان محفوظ نہیں رکھتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر تم کو اپنی باتوں کی کتابت کے لیے کاغذ خریدنے پڑتے تو اس کی قیمت کے بوجھ کی وجہ سے زیادہ بولنے سے رک جاتے۔ حضرت ربیع بن خیثمؒ نے بیس سال تک دنیا کی بات نہیں کی اور جب کوئی بات کرتے تو ایک دوات اور کاغذ اور قلم پاس رکھ لیتے تھے۔ جو بھی بات کرتے اس کو لکھ لیتے، پھر شام کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے تھے کہ فلاں فلاں بات کس ضرورت سے کہی اور بقدرِ ضرورت کہی یا ضرورت سے زیادہ۔ ان اکابر کے یہ واقعات احیاء العلوم وغیرہ میں لکھے ہیں۔

زیادہ بولنا سخت دِلی کا باعث ہے

(۳۸) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ وَ اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ.

(رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات کرنا دل کی سختی کا باعث ہے، اور بلاشبہ اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی قلب ہے جو سخت ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۹۸، از ترمذی)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر جس قدر چاہے کرے خیر ہی خیر

ہے۔ دنیا میں بھی اس کی وجہ سے سکون و اطمینان ہوتا ہے، آخرت میں بھی بڑے ے اجور و ثمرات ملتے ہیں اور بلند درجات نصیب ہوتے ہیں۔ ذکر اللہ میں وہ میں بھی داخل ہیں جو دینی ضرورت سے کی جائیں۔ مثلاً دینیات کا پڑھنا پڑھانا، سائل سیکھنا سکھانا، خیر کی راہ بتانا، برائی سے روکنا وغیرہ۔ ذکر کے علاوہ بات نہ کی جائے۔ انسان کو دنیاوی ضرورت کے لیے بھی زبان کھولنی پڑتی ہے لیکن بقدرِ ضرورت تھوڑی بہت بات کر کے کام چلانا چاہئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ مت بولو۔ کیونکہ زیادہ بولنے سے دل میں سختی آجاتی ہے، اور یہ دل کی سختی اللہ کے ذکر سے اور دوسرے دینی مشاغل سے روک دیتی ہے۔ جس کی جہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس سخت دلی کا مظاہرہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی اور مخلوق کے ساتھ بھی رحم اور کرم اور شفقت کا برتاؤ نہیں رہتا۔ مزاج میں سختی آجاتی ہے۔ ضعیفوں پر رحم نہیں ہوتا ور باتوں میں کجی اور ٹیڑھا پن آجاتا ہے جس کے مظاہرے برابر ہوتے رہتے ہیں۔ جو لوگ خواہ مخواہ جھک جھک کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے علاوہ کثرت کلامی میں مشغول ہوتے ہیں ان کے ظاہری باطنی حالات اور معاملات کا جائزہ لیا جائے تو دل کی قساوت اور سختی واضح طور پر عیاں ہو جائے گی۔

(۳۹) وَ عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ کَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرُ اللّٰہِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات (جو اس کے منہ سے نکلے) اس کے لیے وبال ہے اور نقصان کی چیز ہے، اس کے نفع کی چیز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ امر بالمعروف کرے یا نہی عن المنکر کرے یا اللہ کا ذکر کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۹۸، از ترمذی)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے علاوہ ہر بات وبال ہے

تشریح اس مبارک حدیث میں یہ بتایا کہ انسان جو بھی کوئی بات اپنے منہ سے نکالتا ہے وہ اس کے لیے وبال ہوتی ہے اور اس کے لیے نفع مند نہیں ہوتی۔ ہاں اگر امر بالمعروف کرے یعنی اچھے کاموں کے لیے کہے یا نہی عن المنکر کرے یعنی برے کاموں سے روکے یا اللہ کے ذکر میں مشغول رہے تو اس سلسلہ میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلے گا وہ اس کے لیے فائدہ مند ہوگا۔ جو گناہ کی باتیں زبان سے نکلیں ان کا وبال تو ظاہر ہے، جو کلام مباح ہے یعنی نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے اس میں مشغول ہونا بھی نقصان کا باعث ہے۔ اس لیے کہ جتنی دیر میں وہ بات زبان سے نکالی جس پر نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کر لیا جاتا تو بڑے بڑے درجات نصیب ہو جاتے۔ دنیا کے تاجر اصل مال کے گھٹ جانے کو خسارہ کہتے ہی ہیں، لیکن سال بھر محنت کر کے جس قدر منافع کی اُمید تھی اگر وہ حاصل نہ ہو تب بھی اسے نقصان کہتے ہیں۔ اگرچہ اصل سرمایہ محفوظ ہو اور کچھ تھوڑا بہت نفع بھی ملا ہو۔ آخرت کے معاملہ میں بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جتنے وقت مباح بات کر کے زبان کو خرچ کیا اور وقت کو ضائع کیا اتنی دیر میں اللہ کا نام لیا جاتا تو آخرت میں اس کے عوض بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑھ کر اجور و ثمرات نصیب ہوتے۔ جو چیز مل سکتی تھی پھر نہ لی یہ بھی تو نقصان ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ذکر اللہ کا ایک شعبہ ہے۔ جو شخص اخلاص کے ساتھ دین کے کسی بھی کام میں لگے اس کا وہ عمل ذکر ہی میں شمار ہے۔ پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو علیحدہ ذکر فرمایا، کیونکہ دینِ اسلام میں ان دونوں چیزوں کی بہت اہمیت ہے جیسا کہ خود نیک بننا اور گناہوں کو چھوڑنا ضروری ہے اسی طرح دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا

گناہوں سے روکنا بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لیے اپنے احکام بھیجے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بندوں تک پہنچے ہیں۔ ان احکام میں بہت سے کام کرنے کے ہیں۔ ان کو ''معروف'' یعنی نیکی کہا جاتا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں ہیں۔ اور بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا منع ہے، ان کو ''منکر'' کہتے ہیں۔ یعنی برا کام جو خدائے تعالیٰ کی شریعت میں نہیں ہے۔ اسلام سے اس کا جوڑ نہیں بیٹھتا، یہ اللہ تعالیٰ کو نامحبوب اور ناپسند ہے۔ معروف میں فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، سب داخل ہیں۔ اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی و تنزیہی) سب داخل ہیں۔ سب سے بڑی نیکی فرض اور واجب کو انجام دینا ہے، اور سب سے بڑا گناہ حرام کا ارتکاب کرنا ہے۔ جو بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے، اس کے ذمہ صرف یہی نہیں ہے کہ خود نیک بن جائے بلکہ نیک بننے کے ساتھ دوسروں کو (خصوصاً اپنے ماتحتوں کو) نیک بنانا بھی مسلمان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ بہت سے لوگ خود تو دیندار ہوتے ہیں مگر ان کو دوسروں کی دینداری کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔ حالانکہ مومن کی خاص صفات جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان میں نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

مومن کی خاص صفات

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ

وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ.

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، یہ لوگ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا۔

درحقیقت امر بالمعروف (نیکیوں کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) بہت بڑا فریضہ ہے جسے مسلمانوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ رَاٰیٔ مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: یعنی تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے (یعنی برائی کرنے والے کو اپنے زور کی طاقت سے روک دے)۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے یعنی برائی کرنے سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ (صرف دل سے برا جان کر خاموش رہ جانا اور ہاتھ یا زبان سے منع نہ کرنا) ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

دعوتِ فکر

اب ہم سب مل کر اپنے حال پر غور کریں کہ اپنی نظروں کے سامنے گناہ ہوتے دیکھتے ہیں۔ نمازیں قضا کی جارہی ہیں، روزے کھائے جارہے ہیں، شرابیں پی جارہی ہیں، رشوت کے مالوں سے گھر بھرے جارہے ہیں، طرح طرح کی بے حیائی گھروں میں جگہ پکڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے۔ پھر کتنے مرد وعورت ہیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور ان چیزوں پر روک ٹوک کرتے ہیں۔ کھلم

کھلا خدائے پاک کی نافرمانیاں ہورہی ہیں، لیکن نہ دل میں ٹیس ہے نہ زبان سے کوئی کلمہ کہنے کے روادار ہیں، اور ہاتھ سے روکنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا اور برائیوں سے روکنا تو درکنار خود اپنی زندگی گناہوں میں لت پت کر رکھی ہے۔ خود بھی گناہ کررہے ہیں اور اولاد کو اور دوسرے ماتحتوں کو نہ صرف گناہوں میں ملوث دیکھتے ہیں بلکہ ان کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں اپنے قول اور فعل سے ان کو گناہوں میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طور طریق اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے عذاب کو بلانے والے ہیں۔ جب عذاب آتا ہے تو بلبلاتے ہیں۔ دعائیں کرتے ہیں تسبیحیں گھوٹتے ہیں، اور ساتھ ہی شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہورہی ہیں۔ مصیبت دور نہیں ہوتی، دعا کیسے قبول ہو اور مصیبت کیسے رفع ہو جب کہ نہ خود گناہ چھوڑتے ہیں اور نہ دوسروں کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب مصیبتیں آتی ہیں تو نیک بندوں کی بھی دعائیں قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ احادیث شریفہ میں مذکور ہے۔ بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی ان کو نیک جانتے ہیں انہیں اپنی عبادت اور ذکر و درود کا تو خیال ہوتا ہے لیکن دوسروں کو حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی گناہوں سے نہیں روکتے۔ بڑے تہجد گزار ہیں، لمبے لمبے نوافل پڑھتے ہیں، خانقاہ والے مرشد ہیں، لیکن لڑکے خانقاہ ہی میں داڑھی مونڈ رہے ہیں، لڑکیاں بے پردہ ہیں، لیکن ابا جان ہیں کہ اپنی نیکی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں، کبھی حرف غلط کی طرح بھی برائیوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔

ایک بستی کو اُلٹنے کا حکم

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں بستی کا اس کے رہنے والوں کے ساتھ تختہ اُلٹ دو۔ حضرت جبرئیلؑ

نے عرض کیا، اے پروردگار ان میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے بقدر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ (کیا اس کو بھی اس عذاب میں شریک کر لیا جائے)۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوا کہ اس بستی کو اس شخص پر اور باقی تمام رہنے والوں پر اُلٹ دو۔ کیونکہ یہ شخص خود تو نیکیاں کرتا رہا اور نافرمانی سے بچتا رہا) لیکن اس کے چہرے پر میرے (احکام) کے بارے میں کبھی کسی وقت شکن (بھی) نہیں پڑی۔ (مشکوٰۃ شریف)۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی کرنے کا وبال کس قدر ہے، اس حدیث سے ظاہر ہے۔

زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رکھو

(۴۰) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ و قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس میں شک نہیں کہ اسلام کی چیزیں بہت ہیں اور ان سب پر عمل کرنا میرے لیے دشوار ہے۔ لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۹۸، از ترمذی و ابن ماجہ)

تشریح جو چیزیں فرائض ہیں ان کا ادا کرنا تو بہرحال فرض ہے، اور ان کے علاوہ جو دوسری چیزیں ہیں جن کا ادا کرنا لازم ہے ان کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے، ان پر عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن جو امورِ مستحب ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ایک کو کرے تو دس بیس چھوٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی کام

ہو سکتا ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں کہ اسی میں لگا رہوں، اور اس کے کرنے سے بہت سی نیکیوں کے چھوٹ جانے کا جو نقصان ہے اس کی تلافی ہوتی رہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زبان کا ایک عمل بتا دیا اور وہ یہ کہ تمہاری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہنی چاہئے۔ قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں جگہ جگہ کثرت سے ذکر کی ترغیب دی ہے۔

قرآن مجید میں کثرتِ ذکر کا حکم

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔

اللہ کا ذکر بہت بڑی دولت ہے۔ جو شخص اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں تر رکھے اور لیٹے بیٹھے کھڑے ہوئے اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں لگائے رہے، آخرت میں بڑے بڑے درجات پائے گا۔ جو شخص ذکر اللہ کی عادت ڈال لے اور اپنی زبان کو اسی میں لگائے رہے وہ تیری میری برائی کرنے سے بھی محفوظ رہے گا، فضول اور لایعنی سے بھی بچے گا، جھوٹ، تہمت، چغلی، گالی گلوچ اور ہر بری بات سے بچ جائے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اس سے عاجز ہو کہ راتوں کو تکلیف اُٹھائے (یعنی نماز تہجد پڑھے)، اور مال خرچ کرنے میں کنجوسی کرے، اور دشمن سے مقابلہ کرنے میں بزدل ہو اسے چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ (الترغیب والترہیب)

ایک اور حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ بچھے ہوئے بستروں پر اللہ

کو یاد کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجات میں داخل فرمائے گا۔ (الترغیب والترہیب)

اتنا ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس قدر اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت اُمّ انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ افضل ترین ہجرت ہے، اور فرائض کی پکی پابندی کرو کیونکہ یہ افضل ترین جہاد ہے، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کیونکہ کثرتِ ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے جسے لے کر تم اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ (الترغیب والترہیب)

جس نے اپنی زبان کو کثرتِ ذکر میں لگا دیا اس نے اپنی زبان کی قیمت پہچان لی اور نہ صرف یہ کہ بہت سے گناہوں سے بچ گیا بلکہ آخرت کے بڑے بڑے درجات کا مستحق ہو گیا۔ جعلنا اللّٰہ منھم۔

زبان کی حفاظت سے متعلق احادیث اور ان کا ترجمہ و شرح لکھنے کے بعد یہ آخری تین حدیثیں (حدیث ۳۸، ۳۹، ۴۰) ہم نے اس لیے نقل کی ہیں کہ قارئین کو زبان کے مہلکات اور نقصانات معلوم ہونے کے بعد یہ بھی معلوم ہو جائے کہ زبان کے منافع اور خوبیاں کیا ہیں اور یہ کہ جو شخص زبان کو برائیوں سے محفوظ رکھے اس کے لیے وہ کونسی چیزیں ہیں جن میں اپنی زبان کو مشغول رکھے۔ مذکورہ تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ زبان کو اللہ کے ذکر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر دینی مشغلوں میں لگائے رکھنا چاہئے جو آخرت میں کام آئیں۔ اب ہم ذکر کے فضائل لکھتے ہیں تاکہ شوق اور رغبت پیدا ہو اور منافع کو سامنے رکھ کر اپنے نفس سے گناہ اور لایعنی چھڑا کر ذکر میں لگانا آسان ہو جائے۔

اولاً قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی خاص خاص سورتوں کے فضائل اور پھر دیگر اذکار اور درود و استغفار کے فضائل لکھتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی فضیلت

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں احکام ہیں، معارف و حقائق و آداب ہیں۔ اس نے دنیا و آخرت کی کامیابی کے اعمال بتائے ہیں۔ یہ انقلابِ عالم کے اسباب اور اقوام کے زیر و زبر کے رموز بتاتا ہے۔ اس کی برکتیں بے انتہا ہیں۔ خدائے پاک کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ نعمت و دولت کا خزانہ ہے۔ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے۔ خالق و مالک کا پیام ہے جو اپنے بندوں کے لیے بھیجا ہے۔ اس کے الفاظ بابرکت ہیں۔ اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجر و ثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے، دنیاوی زندگی میں بھی رحمت و برکت اور عزت و نصرت اس سے ہمکنار ہوتی ہے، اور یہ شخص سکونِ قلب اور خوشحالی کی زندگی گزارتا ہے۔ کلام اللہ کی عجیب شان ہے۔ اس کے پڑھنے سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ ہزاروں سال پڑھتے رہو، کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا، یعنی تلاوت کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو کہاں تک پڑھوں، بلکہ جتنی بار پڑھتے ہیں نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ فسبحانہ ما اعظم کلامہ۔

فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک حرف پڑھنے پر ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے۔ (ترمذی)۔ لہٰذا اگر کوئی شخص تلاوت کی نیت سے الحمد للہ زبان سے نکالے تو اس کو پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس کلمہ میں پانچ حرف ہیں۔ ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو چند

وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ عَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَاءِ وَ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ.
ترجمہ: یعنی تم تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کو لازم کرلو کیونکہ اس سے آسمان میں تمہارا تذکرہ ہوگا اور زمین میں تمہارے لیے نور ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۵ ج ۲)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں قرآن مجید کا کچھ حصہ (بھی) نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی)۔ معلوم ہوا کہ دل ایک عمارت کی طرح ہے جس کی آبادی قرآن شریف سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رشک صرف دو آدمیوں پر ہے۔ ایک وہ جس کو خدا نے قرآن دیا، سو وہ رات دن اس کی تلاوت میں لگا رہتا ہے۔ (نمازوں میں پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے)۔ دوسرے وہ شخص جس کو خدا نے مال دیا، سو وہ اس میں سے رضائے مولیٰ میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ (بخاری)۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی رات میں سو آیتیں پڑھ لے تو قرآن اس رات کے بارے میں اس سے نہ جھگڑے گا۔ اور جس نے کسی رات میں دو سو آیتیں پڑھ لیں تو اس کے لیے ساری رات کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جس نے کسی رات پانچ سو آیات سے ہزار آیات تک پڑھ لیں تو وہ صبح کے وقت اس حالت میں ہوگا کہ اس کے لیے ایک قنطار لکھ دیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، قنطار کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بارہ ہزار کی مالیت۔ (ترمذی مرسلا)

قرآن اس سے جھگڑا نہ کرے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس نے رات میں قرآن کا حق ادا کر دیا، اس لیے قرآن شریف اپنے حق کے بارے میں اس

سے مؤاخذہ نہیں کرے گا کہ اس رات تو نے میرا حق ادا نہیں کیا۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ روزانہ پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کچھ نہ کچھ ضرور کیا کرے۔ مہینہ دو مہینہ میں ایک ختم ضرور کرے، اور جن سورتوں کی بہت فضیلت آئی ہے ان کو موقع بموقع پڑھتا رہے اور خالی اوقات میں ان کا ورد رکھے۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور روزانہ ان کو تلاوت کا حکم دیں۔ آج کل ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں اور بڑوں کو بچوں اور بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اور اخبارات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے بعد بچے ناشتہ سے فارغ ہو کر بناؤ سنگھار کر کے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کو چل دیتے ہیں۔ عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو سے گانا بجانا سنتے رہتے ہیں۔ جب اسکول والے بچے واپس آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں۔ کہاں کا ذکر اور کہاں کی تلاوت، سب حبِ دنیا میں مست ہیں۔ بہت کم کسی گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے۔ ذکر اللہ اور تلاوتِ کلام اللہ کے لیے لوگوں کی طبیعت آمادہ ہی نہیں۔ محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں۔ اکا دُکا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے۔

اب ہم مختلف سورتوں کے فضائل لکھ رہے ہیں تا کہ تلاوت کے فوائد اور فضائل سامنے آجانے سے اور زیادہ ترغیب کا باعث ہو۔

سورة الفاتحہ کی فضیلت

سورة الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے۔ ایک حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے۔ (بخاری) سورتیں تو اور بھی ہیں لیکن عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے۔ اس کی بہت

برکات ہیں۔ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں (ترمذی)۔ سورۃ فاتحہ کا وِرد رکھنا دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے (دارمی)۔ ایک حدیث میں ہے کہ سردار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اللہ جل شانہ نے اپنے عرش کے نیچے سے مرحمت فرمائی ہے۔ (حصن حصین)

سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر و تلاوت کا چرچا رکھو، اور ذکر و تلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بنا دو کہ جیسے وہاں ذکر و تلاوت کی فضا نہیں، ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں، اور زندہ لوگ مُردوں کے مشابہ بن جائیں، ایسا نہ کرو) پھر فرمایا کہ بیشک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس سے سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لیے (جو اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا۔ پھر فرمایا کہ دو روشن سورتوں کو پڑھو (یعنی) سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کو، کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن دو سائبانوں کی طرح آئیں گی اور اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لیے (خدائے پاک کے حضور میں) خوب زوردار سفارش کریں گی۔ پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کر لینا باعثِ برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ حسرت ہے اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت

آیۃ الکرسی بھی سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے۔ اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے۔ حضرت ابی ابن کعب نے عرض کیا، اللہ و رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے، اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آخر تک) ہے۔ یہ سن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا، تم کو علم مبارک ہو۔ (مسلم شریف)

بعض احادیث میں آیت الکرسی کو تمام آیاتِ قرآنیہ کی سردار بتایا ہے۔ (حصن حصین)۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آخر تک) پڑھ لو۔ اگر ایسا کر لو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر ایک نگران مقرر ہو جائے گا، اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد بھی آیت الکرسی پڑھنی چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اس کو جنت میں جانے کے لیے موت ہی آڑ بنی ہوئی ہے، اور جو شخص اس آیت کو بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوس کے آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لیے آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔ آخری آیت میں دعائیں ہیں اور ہر دعا بہت ضرورت کی ہے اور ان دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا ہے۔ اُس فرشتے نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا، آپؐ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں، آپؐ سے پہلے کسی نبیؑ کو نہیں دی گئیں۔ (۱) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف) (۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (ان دونوں میں دعائیں ہیں)۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ ان میں سے دعا کا جو بھی حصہ آپؐ پڑھیں گے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ آپؐ کو ضرور عطا فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کسی رات میں پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لیے کافی ہوں گی (یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہوگی)۔ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کے ختم پر جو آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہیں۔ (ان میں جو دعائیں ہیں ایسی جامع ہیں کہ انہوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال ان میں نہ آگیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت مکحول تابعیؒ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ آلِ عمران جمعہ کے دن پڑھ

لے، رات آنے تک فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن الدارمی و هو محمول علی انه من صحابیؓ موقوع اذ مثل هذا لا یدرک بالرای)

سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات کی فضیلت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ آلِ عمران کی آخری (دس آیات اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر ختم سورۃ تک) کسی رات میں پڑھ لے تو پوری رات نماز میں کھڑے رہنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (دارمی)

سورۂ کہف کی فضیلت

سورۂ کہف پندرھویں پارے کے آدھے سے شروع ہوتی ہے۔ اس سورت کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)۔ یعنی اس کا دل منور رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی۔ اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور نصیب ہوگا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے سورۂ کہف کے اوّل کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (رواہ الترمذی)

سورۂ یٰسین شریف کی فضیلت

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے دن کے اوّل حصہ میں یٰسٓ شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کر دی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سورۃ یٰسین اللہ کی رضا کی نیت سے پڑھی، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے، لہٰذا تم اسے اپنے موتٰی کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے، اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی، اس کے پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

سورۂ واقعہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ، کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری لانے والی سورت ہے۔ (کنز العمال)

سورۂ تبارک الذی اور الم سجدۃ کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیات ہیں۔ اس نے ایک شخص کی یہاں تک سفارش کی کہ بخش دیا گیا۔ یہ سورۃ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ہے۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ سورۂ الم تنزیل اور سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے تھے۔ (ترمذی)

دو سورتیں عذابِ قبر سے بچانے والی ہیں

سورۂ الم تنزیل اکیسویں پارہ میں ہے جسے الم سجدۃ بھی کہتے ہیں۔ جو سورۂ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے۔ سورۂ تبارک الذی اور الم سجدۃ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے۔ جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کو عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے۔

حضرت خالد بن معدانؒ (تابعی) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورۂ الم سجدۃ کو پڑھا کرتا تھا۔ اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورۃ نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار۔ جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورۃ نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ مجھے پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لیے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کر دو۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ پرندے کی طرح اپنے پر

پھیلا دے گی اور سفارش کرے گی اور عذابِ قبر سے بچائے گی۔ یہ جو کچھ فضیلت سورۃ الم سجدۃ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک کی بھی بتائی۔ (مشکوٰۃ عن الدارمی مرسلا)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ انہیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ وہاں سے ان کو سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے کی آواز آئی۔ پڑھنے والے نے (جو صاحبِ قبر تھا) یہ سورۃ پڑھتے پڑھتے ختم کر دی۔ خیمہ لگانے والے صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ یعنی یہ سورۃ عذاب کو روکنے والی ہے، اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی ہے (ترمذی)

سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیں گے جو اس دن شام تک اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن مر جائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کر لیا تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا (یعنی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات مر جائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا)۔ (ترمذی، دارمی)

سورۃ اذا زلزلت اور قل یا ایہا الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹا دیئے جائیں گے۔ ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا۔ (ترمذی)۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سن لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس کے لیے) واجب ہو گئی۔ میں نے پوچھا، کیا (چیز) واجب ہو گئی؟ فرمایا، جنت۔ (ترمذی و نسائی)

ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اس سورۃ قل ھو اللہ احد سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ (ترمذی)۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھ لی، اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا، اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لیے جنت میں دو محل بنا دیئے جائیں گے، اور جس نے تیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لیے جنت میں تین محل بنا دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت سے محل بنا لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ اس سے بڑھ کر دینے والا ہے، جتنا عمل کر لو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام

ہے۔ (دارمی مرسلا)

سورة اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی سے بلاناغہ) پڑھ لو۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی سے بلاناغہ) پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں۔ ان کو معوذتین کہتے ہیں۔ ان کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اس مصیبت سے اللہ کی پناہ لینے لگے۔ اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا بھی تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ چنانچہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں۔ فرمایا، جب صبح ہو اور شام ہو تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کرلو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے۔ (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے)۔ (ترمذی)

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے، اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے۔ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے۔ اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لیے مفید ہیں اور مجرب ہیں۔ اور ان کو صبح شام تین تین بار ضرور پڑھے۔ اور سورۂ اخلاص بھی ان کے ساتھ تین بار ملالے اور دیگر اوقات میں بھی ان کا ورد رکھے۔ کسی بچے کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے۔ بچوں کو یاد کرادیں، صبح شام ان سے پڑھائیں۔

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی ساتھ نکل جاتا تھا۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن تھا پھیر لیتے تھے۔ یہ ہاتھ پھیرنے کا عمل سر اور چہرہ سے اور سامنے کے حصے سے شروع فرماتے تھے اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔

(بخاری)

بیماری کا ایک عمل

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اُوپر گزرا)۔ پھر جس مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔ (بخاری و مسلم)۔ دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے، دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصہ نکل کر جائے۔

تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل وغیرہ کا ثواب

جنت میں داخلہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے عرض کیا، اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے روک دے۔ (ترغیب عن الطبرانی)

یعنی اس کلمہ کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خوب سمجھ کر پڑھے اور سچے دل کے ساتھ خدا کے معبود ہونے کا اقرار کرے۔ جب خدائے پاک کے وحدہٗ لاشریک اور قادرِ مطلق اور حاضر و ناظر ہونے کا اقرار کرے گا تو ظاہر ہے کہ گناہوں کی جرأت نہ ہوگی۔

عرش تک پہنچنا

اور فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کبھی بھی کوئی شخص اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جائے گا۔ (یہ جب ہے کہ) جب تک بڑے گناہوں سے بچتا رہے۔ (ترمذی)

خدا تک پہنچنا

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ) نصف ایمان ہے، اور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ترازو کو بھر دیتا ہے، اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے لیے خدا سے ورے کوئی پردہ نہیں ہے حتیٰ کہ وہ خدا کے پاس نہ پہنچے۔ (ایضاً)۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ نصف میزان ہے، یعنی قیامت کے روز سُبْحَانَ اللّٰهِ کا ثواب نصف ترازو کو بھر دے گا، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا ثواب پوری ترازو بھر دے گا۔

مشکوٰۃ شریف (کتاب الطہارۃ) میں ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ترازو کو بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ بھر دیتے ہیں زمین و آسمان کے درمیان کو۔ (الحدیث من المسلم)

سب سے زیادہ محبوب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔ (مسلم)

سب گناہ معاف

رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی روز سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے اس کے گناہ ختم کر دیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (مشکوٰۃ)

زبان میں ہلکے اور ترازو میں بھاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہوں گے، خدا کو پسند ہیں، یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (بخاری)

روزانہ ہزار نیکیاں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسولِ خدا ﷺ کے پاس موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ ہزار نیکیاں کماؤ؟ یہ سن کر حاضرینِ مجلس میں سے ایک سائل نے سوال کیا، ہم میں سے کوئی کیسے ہزار نیکیاں کما سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ لے تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے ہزار گناہ ختم کر دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ جو شخص کسی روز لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہہ لے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور یہ کلمات اس روز شام تک اس شخص کے لیے شیطان سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوں گے اور اس روز کوئی شخص اس سے افضل عمل کرنے والا نہ ہو گا سوائے اس شخص کے جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ (بخاری و مسلم)

سب سے پہلے جنت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جنت کی طرف ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو خوشی اور تنگی میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ موسیٰؑ نے خداوند عالم سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس کے ذریعہ (وظیفہ کے طور پر) آپ کو یاد کیا کروں۔ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو۔ یہ سن کر موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کو تو تیرے بندے پڑھتے ہیں، اور میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو خاص آپ مجھ کو بتائیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ اس کلمہ کو معمولی نہ سمجھو۔ اگر ساتوں آسمان اور ان کو میرے علاوہ آباد کرنے والے فرشتے وغیرہ اور ساتوں زمینیں ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رکھ دیا جائے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑہ ہی جھک جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

جنت میں کھجور کے درخت کا لگنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ کہے اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کو میرا اسلام کہہ دیجیو اور ان کو بتا دیجیو کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں، سُبْحَانَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. (ایضا)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ درخت بھی ہیں پھل اور میوے بھی ہیں مگر اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو، اس کی مٹی اچھی ہو اور وہاں بہترین میٹھا پانی ہو۔ جب اس میں درخت لگا دیئے جائیں تو اس کی مٹی کی اچھی صلاحیت اور بہترین پانی اس میں اچھے درخت اور بہترین غلہ پیدا کر دے گا۔ بالکل اسی طرح جنت کو سمجھ لو کہ یہاں بوؤ گے وہاں کاٹ لو گے۔ وہ اس کے لیے خالی ہے جو کچھ کر کے نہ لے گیا۔

پورے سو عدد کے برابر ثواب

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اور شام کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اس کو سو حج کرنے کا ثواب ملے گا اور جو شخص سو مرتبہ صبح کو خدا کی حمد کرے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے) اور سو مرتبہ شام کو خدا کی حمد کرے تو اسے مجاہدین کو سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس کو اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سو غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا، اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کے برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کی برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہہ لیے ہوں۔ (ترمذی)

پت جھڑ کی طرح گناہوں کا گرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے درخت پر گزرے جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لاٹھی ماری جس کی وجہ سے پتے جھڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ بندے کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جس طرح پتے گر رہے ہیں۔(ایضا)

ڈھال سنبھال لو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنا ڈھال سنبھال لو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا دشمن آ گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دشمن تو نہیں آیا لیکن تم دوزخ سے بچنے کا ڈھال لے لو۔

اُحد پہاڑ کے برابر عمل

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ اُحد (پہاڑ) کی برابر عمل کر لیا کرو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سب کر سکتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، وہ کیا عمل ہے؟ فرمایا، سُبْحَانَ اللّٰهِ اُحد سے بڑا ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُحد سے بڑا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُحد سے بڑا ہے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُحد سے بڑا ہے۔(ترغیب)

۳۶۰ جوڑوں کا صدقہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزانہ صبح کو تمہارے جسم کے جوڑوں کی طرف سے (بطور شکر) صدقہ واجب ہوتا ہے۔ پس سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اگر کسی نے اپنے جسم کے جوڑوں کی تعداد کے برابر یہ تمام کر لیے تو ان کا صدقہ ہو گیا اور ان جوڑوں کے

شکریہ میں چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا کافی ہے۔(مسلم)۔ دوسری حدیث میں ہے کہ انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ ان کی طرف سے روزانہ صدقہ کرنا واجب ہے۔(ابوداؤد)

افضل الذکر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔(ترمذی، ابن ماجہ)

ایمان تازہ کرو

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اپنا ایمان تازہ کیا کرو۔ صحابہؓ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم کیسے اپنا ایمان تازہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو۔(ترغیب)

بوڑھوں اور ضعیفوں کا مشغلہ

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر گزر ہوا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں بوڑھی اور ضعیف ہو گئی ہوں، لہٰذا مجھے آپ ایسا عمل بتا دیجئے جو بیٹھی بیٹھی کرتی رہا کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لیے سو غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا، جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہوں اور سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لیے زین کسے ہوئے اور لگام لگے ہوئے ایسے سو گھوڑوں کے برابر ہوگا جن کو تم فی سبیل اللہ جہاد میں دوگی۔ اور سو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لیے پٹہ پڑے ہوئے اور خیرات کے بعد

قبول کیے ہوئے سو اُونٹوں سے افضل ہوگا اور سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ کوئی گناہ نہیں چھوڑتا اور کوئی عمل اس سے آگے نہیں بڑھتا۔

چار منتخب کلام

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے سارے کلام سے چار کلام چھانٹے ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا اس کے لیے بیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے بیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو اس کا بھی یہ ثواب ہے اور جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے اپنے دل سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہا، اس کے لیے تیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے تیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(ترغیب عن احمد و نسائی واللفظ له والحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم)

ڈھائی ہزار نیکیاں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ہیں، جو مسلمان ان کی پابندی کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ دونوں چیزیں آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے کم ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور دس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ زبان پر (پانچوں وقت کے ملا کر) یہ ۱۵۰ ہوئے، اور (قیامت کے روز فی نیکی دس کے حساب سے) ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گے۔ (یہ پہلی چیز ہوئی، دوسری چیز یہ ہے کہ) جب سونے کے لیے اپنے بستر پر جائے تو سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ

اَكْبَرُ سو مرتبہ کہے (کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار ہو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی ۳۳ بار ہو اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار ہو۔ یہ زبان پر سو ہوئے اور ترازو میں ہزار ہوں گے۔ (یہ سب ۲۵۰۰ نیکیاں ہوئیں) بتاؤ تم میں ایسا کون ہے جو رات دن میں ۲۵۰۰ گناہ کرتا ہو (لہٰذا جو کوئی اس عمل کو کرے گا اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوں گی)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا (یہ تو کوئی مشکل چیز نہیں ہے) ہم اس کی پابندی کیسے نہ کرسکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے میں تمہارے پاس شیطان آ کر کہے گا کہ فلاں چیز یاد کر، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور اس کی اس حرکت کی وجہ سے ان پر عمل نہ کرسکو گے اور اسی طرح سونے کا وقت آ جائے گا، اور سلانے کی کوشش کرتا رہے گا حتیٰ کہ سو جاؤ گے اور اس کو نہ کرو گے۔

(مشکوٰۃ عن الترمذی)

غریبوں اور مالداروں کا اعمالِ صالحہ میں مقابلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مہاجر صحابہؓ جو فقیر تھے رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ بڑے مال والے تو بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے اُڑے اور ہم محروم رہ گئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیسے؟ عرض کیا کہ اس طرح کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسا کہ ہم روزے رکھتے ہیں، اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے (لہٰذا مالی عبادات میں وہ ہم سے بڑھ گئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ اس کے سبب تم ان لوگوں کو پکڑ لو گے (یعنی برابر ہو جاؤ گے) جو تم سے پہلے گزر گئے اور ان سے سے آگے بڑھ جاؤ گے جو تمہارے بعد ہوں گے اور کوئی تم سے افضل نہ ہوگا سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کرے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ جی ہاں

ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر نماز کے بعد پڑھا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ حضرات (خوشی خوشی) چلے گئے اور پھر آ کر عرض کیا، حضرت ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا ہے اور ایسا عمل کر دیا (لہٰذا ہم پھر پیچھے رہ گئے)۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔
(مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم)

نماز کے بعد ان تسبیحات کے پڑھنے میں مختلف روایات ہیں۔ کسی میں دس دس بار پڑھنا آیا ہے اور کسی میں تینوں ملا کر ۳۳ بار پڑھنا وارد ہوا ہے اور کسی میں ۳۳، ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور کسی میں اور کچھ آیا ہے۔ اکثر عدد والی روایات پر عمل کریں تو زیادہ بہتر ہے اور کبھی مشغولیت کے وقت یا غلبہ نیند کے وقت کم عدد پر عمل کر لیا کریں۔

فرض نمازوں کے بعد کی تسبیحات

ایک حدیث میں ہے کہ چند چیزیں جو ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ان کے کہنے والا محروم نہیں ہو سکتا۔ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (مسلم شریف)

اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ان ننانوے کو پورا سو کرنے کے لیے ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (مسلم)

ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۲۵، ۲۵ بار کہے اور ۲۵ بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ (مشکوٰۃ)

نماز فجر اور مغرب کے بعد دس بار

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب اور نماز فجر پڑھ کر ٹانگیں موڑے بغیر (یعنی التحیات کی طرح بیٹھے بیٹھے) دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے تو ہر مرتبہ کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور یہ کلمات ہر تکلیف سے اور شیطان مردود سے حفاظت کی چیز بن جائیں گے اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا، اور یہ شخص سب سے افضل ہوگا اِلّا یہ کہ کوئی شخص اس سے افضل کلمے کہہ کر بڑھ جائے۔ (مشکوٰۃ عن احمد)

بازار میں پڑھنے کے لیے

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہو کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لے، اس کے لیے خداوند قدوس دس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کر دے گا اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔
(مشکوٰۃ عن الترمذی)

چار کلمات کا بہت بڑا ثواب

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبح نماز پڑھ کر

میرے پاس تشریف لے گئے اور میں اپنے مصلے پر بیٹھی بیٹھی ذکر کرتی رہی۔ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا، کیا تو اس وقت سے اسی حالت میں ہے، جس حالت پر میں نے تجھ کو چھوڑا تھا۔ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے یہاں سے جانے کے بعد تین مرتبہ ایسے کلمے کہے ہیں کہ اگر اس سب کے ساتھ تولے جائیں جو تو نے آج ذکر کیا ہے تو اس کے برابر ہو جائیں۔ وہ یہ ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔[1] (مسلم)

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور دل دل میں لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس (یہ حضرت ابوموسیٰ کا نام تھا) کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک حدیث میں ان کلمات کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بتایا ہے۔ (الترغیب عن الحاکم و قال صحیح علی)

ایک روایت میں ہے کہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۹۹ مرضوں کی دواء ہے جن میں سب سے سہل غم ہے۔ (الترغیب عن الحاکم و قال صحیح الاسناد ضعفه

---

[1] میں اللہ کی پاکی اور حمد بیان کرتا ہوں جس قدر اس کی مخلوق ہے اور جس سے وہ راضی ہو جائے اور جس قدر اس کے عرش کا وزن ہے اور جس قدر اس کے کلمات لکھنے کی روشنائی ہو۔۱۲

المنذری) یعنی ان کلمات کے سامنے غم کی تو کچھ حقیقت ہی نہیں، اس کے علاوہ وہ ۹۸ مرض کی دوا ہے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ کوئی نعمت دے اور وہ اس کو باقی رکھنا چاہے تو لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کرے۔
(ترغیب عن عقبہ بن عامرؓ)

استغفار کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار میں لگا رہے خدا اس کی ہر تنگی کو دور کر دے گا اور اس کو ہر غم سے نجات دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)۔ استغفار اور توبہ سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ سختی اور تنگی بھی دور ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے، وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ. (ہود)

اور یہ کہ معافی مانگو اپنے رب سے اور توبہ کرو اس کے حضور میں کہ تم کو فائدہ دے گا اچھا فائدہ ایک وقت مقرر تک اور عطا فرمائے گا زیادہ (نیکی کرنے والے کو اس کی زیادہ نیکی کا) بدلہ اور اگر تم منہ موڑو تو میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا۔

خدا کے معصوم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سو مرتبہ بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے تھے:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول

کرنے اور بخشنے والا ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن گناہ کر لیتا ہے تو وہ گناہ اس کے دل پر سیاہی بن کر لگ جاتا ہے۔ سو اگر اس نے توبہ کر لی اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو گیا اور اگر (توبہ استغفار نہ کی اور گناہ کر لیا تو وہ سیاہی اور بڑھ جائے گی حتیٰ کہ اس کے سارے دل کو گھیر لے گی۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (جب) شیطان (مردود ہو گیا تو اس) نے کہا کہ اے رب تیری عزت کی قسم ہے میں تیرے بندوں کو ہمیشہ بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی اور رفعتِ مقام کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے ان کو بخشتا رہوں گا۔ (احمد)

اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو کوئی أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ أَتُوْبُ إِلَيْهِ. کہے اس کی مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اس کے لیے اچھی زندگی ہے جو اپنے اعمال نامہ میں استغفار کثیر پائے۔ (مشکوٰۃ)۔ ظاہر ہے کہ اپنے اعمال نامہ میں وہی زیادہ استغفار پائے گا جو دنیا میں اس کی کثرت کرے گا۔

سیّد الاستغفار

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو یقین کے ساتھ سیّد الاستغفار پڑھے اور شام سے پہلے مر جائے تو جنتی ہوگا اور جو شخص رات کو یقین کے ساتھ سیّد الاستغفار پڑھے اور صبح سے پہلے مر جائے تو جنتی ہوگا۔ سیّد الاستغفار یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے، میں تیرا بندہ ہوں؛ جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور اپنے اعمال کی برائی سے اور تیری اس نعمت کا اقرار کرتا ہوں سو تو مجھ کو بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔ (صحیح بخاری)

فضائل درود شریف

دس رحمتیں اور دس سلام

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں) اس حالت میں تشریف لائے کہ آپؐ کے چہرہ انور پر خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ (مجمع میں پہنچ کر) فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ بے شک تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کیا تم کو یہ بات خوش نہ کرے گی کہ تمہاری اُمت میں سے جو شخص تم پر درود بھیجے گا تو اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو تمہاری اُمت میں سے تم پر سلام بھیجے گا تو میں اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ (نسائی)۔

لہٰذا اگر کوئی شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم کہے یعنی صلوٰۃ وسلام دونوں کو ملائے اس پر خدا تعالیٰ کی بیس عنایتیں ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (ترغیب)

ستر رحمتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا خدا اور فرشتے اس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجیں گے۔ (رواہ احمد باسناد حسن کما فی الترغیب و ھو فی حکم المرفوع) ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ یعنی ستر رحمتیں ایک مرتبہ درود کے صلہ میں مل جانا غالباً جمعہ کے روز کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس روز کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور بجائے دس کے ستر رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

سب سے زیادہ قریب کون؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا۔ (ترمذی)

شفاعت واجب

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور یوں دعا مانگی، اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (اے اللہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز اپنے نزدیک

مقام میں نازل کیجیو) تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (احمد)

فرشتوں کا گشت

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور ان کا کام یہ ہے کہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ (نسائی دارمی)

بخیل کون ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصل بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب)

دعا کی قبولیت میں رُکاوٹ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان رُکی رہتی ہے، ذرا بھی آگے نہیں چڑھتی جب تک کہ تو اپنے نبی پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)۔
درود شریف کے فضائل بہت ہیں، تفصیل کے لیے حضرت مرشدی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (رحمۃ اللہ علیہ) کا رسالہ ''فضائل درود شریف'' مطالعہ فرمائیں۔

فوائد متفرقہ

کتاب قریب الختم ہے، آخر میں ہم چند ضروری فوائد لکھتے ہیں۔

بقاقی الزدایا

زبان کی آفات اور مہلکات جو اس کتاب میں درج ہیں، ان کے علاوہ بھی چیزیں احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں جو بعد میں یاد آئیں انہیں لکھتے ہیں۔

﴿۱﴾ اپنی تعریف بیان کرنا اور اپنے کو اچھا بتانا بھی ان چیزوں میں سے ہے جن کی حضور اقدس ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں خاص کر چھوٹے موٹے دینداروں میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ. (مسلم)۔ یعنی اپنے نفسوں کو پاکیزہ مت بتاؤ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکی والے کون ہیں۔

﴿۲﴾ یہ کہنا کہ اللہ چاہے اور فلاں چاہے ممنوع ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو، مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ شَاءَ فُلَانٌ (جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے وہ ہوگا) بلکہ یوں کہو، مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ (جو اللہ چاہے وہ ہوگا اللہ کی مشیت کے بعد دوسرے کی مشیت ہے)

(رواہ احمد وابوداؤد کمافی المشکوٰۃ ۴۰۸)

ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ شَاءَ مُحَمَّدٌ وَ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ یعنی یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور جو محمدؐ چاہیں بلکہ صرف یوں کہو کہ جو اللہ چاہے۔ (کمافی المشکوٰۃ عن شرح السنۃ)

اس حدیث میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اللہ کی مشیت میں کسی

دوسرے کی مشیت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ بات بات میں کہہ دیتے ہیں کہ جو میرا خدا چاہے اور میرا رسول چاہے وہی ہوگا، ایسا کہنا حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے۔

﴿۳﴾ بہت سے لوگ زمانہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں تک دیتے ہیں۔ اس کی بھی سخت ممانعت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص زمانہ کو برا نہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ میں تصرف کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے ایذا دیتا ہے (یعنی ایسی باتیں کرتا ہے جس سے مخلوق کو ایذا پہنچا کرتی ہے) وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے، حالانکہ میں خود زمانہ (کا تصرف) ہوں۔ میرے ہاتھ میں سب کچھ اختیار ہے۔ رات اور دن کا اُلٹ پھیر کرتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

﴿۴﴾ بہت سے لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو خبیث کہہ دیتے ہیں۔ مکتب کے اُستاد لڑکوں کے لیے یہ الفاظ بہت فراوانی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ یہ لفظ بہت ہی مکروہ اور ناپسند ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ (یعنی تم میں سے کوئی شخص ہرگز یوں نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا بلکہ یوں کہے کہ میرا جی اندر سے خراب ہو رہا ہے۔ (بخاری ومسلم)۔ لفظ خبیث کی قباحت اور شناعت کی وجہ سے اس کو اپنے لیے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا، پھر دوسروں کے لیے اس کا استعمال کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔

﴿۵﴾ اگر تنہائی میں کوئی گناہ ہو جائے تو اس کو ظاہر کرنا اور لوگوں کو بتانا کہ میں نے ایسا کیا ہے درست نہیں ہے۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ انسان کی لاپرواہی میں سے ایک یہ بات بھی ہے (جو شرعاً ممنوع اور مبغوض ہے) کہ رات کو گناہ کا کام

کرے پھر صبح ہونے پر لوگوں سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ اے فلاں میں نے گزشتہ رات فلاں فلاں کام کیا ہے، حالانکہ اس کے رب نے رات بھر اس کی پردہ پوشی فرمائی اور اب صبح ہو کر (یہ شخص خود) اللہ کے پردے کو کھول رہا ہے (اور اپنا گناہ ظاہر کر رہا ہے)۔ (مشکوۃ المصابیح عن البخاری و مسلم)

مومن بندے گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور اگر گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ پاک کے حضور میں توبہ کر لیتے ہیں اور لوگوں کو نہیں بتاتے کہ ہم نے فلاں گناہ کیا ہے۔ جو شخص گناہ کر کے لوگوں پر ظاہر کرتا ہے وہ ڈھیٹ ہے، جو بے جا جسارت کرتا ہے اور احکامِ شرعیہ کی عظمت اور حرمت سے غافل ہے۔

﴿۶﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص نے کہا کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان میں سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو عمومی طور پر لوگوں کے حالات پر تبصرہ کرتے ہیں اور اس انداز میں بات کرتے ہیں کہ جیسے یہ بڑے نیک اور پارسا ہیں، اور سب لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے برباد اور ہلاک ہو چکے ہیں۔ دوسروں پر تبصرہ ہے اور اپنی خبر نہیں۔ جو صاحب تبصرہ کرتے ہوئے دوسروں کو ہلاک بتا رہے ہیں وہ خود ان سے زیادہ ہلاکت کے عمل میں مبتلا ہیں، کیونکہ دوسرے لوگ تو اپنے کو گنہگار سمجھتے ہیں، ان کو توبہ کی توفیق ہونا بعید نہیں، اور تبصرہ والے صاحب خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ اپنے کو اچھا نیک سمجھ رہے ہیں۔ ان کی بات میں تکبر بھی ہے اور خود ستائی بھی۔ ان کا اگر اور کوئی گناہ نہ ہو تو یہ گناہ کیا کم ہے کہ اللہ کے سارے بندوں کو ہلاک اور مستوجبِ عذاب قرار دیا اور خود پارسائی کے مدعی ہو گئے۔ والعیاذ باللہ

﴿۷﴾ میاں بیوی کے درمیان تنہائی میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا بیان کرنا سخت ممنوع

ہے۔ بہت سے لوگ دوستوں کو وہ سب کچھ بتا دیتے ہیں جو شبِ زفاف میں یا اس کے بعد ہوا کرتا ہے۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین لوگوں میں وہ شخص بھی ہوگا جو (تنہائی میں) اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کے پاس آتی ہے، پھر وہ اس سے متعلق پوشیدہ حالات کو لوگوں کے سامنے کھولتا ہے۔ (مشکوۃ از مسلم)

چند دعائیں

﴿۱﴾ دل اور زبان اور آنکھ کی حفاظت کے لیے یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَ عَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَ لِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَ عَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ.

ترجمہ اے اللہ میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریاء سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرما، بیشک تو خیانت کرنے والی آنکھ کو اور ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو سینے چھپاتے ہیں۔

﴿۲﴾ حسن عبادت اور ذکر وشکر کی توفیق کے لیے یوں دعا کیا کرے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ.

ترجمہ اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری بہترین عبادت کروں۔

﴿۳﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ دعا یاد کی ہے، اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ وَ اُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَکَ وَ اَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ. (مشکوۃ المصابیح قبل کتاب المناسک)

ترجمہ اے اللہ تو مجھے ایسا کردے کہ میں تیرا بڑا شکریہ ادا کروں اور تیرا بہت ذکر کروں اور تیری نصیحت پر عمل کروں اور تیری وصیت یاد رکھوں۔

اس میں عظیم شکر اور کثیر ذکر نصیب ہونے کی دعا ہے۔

﴿۴﴾ جن لوگوں کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف پہنچائی ہو، برا بھلا کہا ہو، ان کے

لیے عمومی طور پر یوں دعا کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّ زَکٰوةً وَّ قُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.

ترجمہ اے اللہ میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ اس کو ضرور ہی قبول فرمائیں گے، وہ یہ کہ میں ایک انسان ہوں پس جس کسی کو میں نے تکلیف دی، برا بھلا کہا، لعنت کی، کوڑا مارا تو میرے اس عمل کو آپ اس کے لیے راحت اور پاکیزگی اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنادیں، جس کے ذریعہ قیامت کے دن اس کو آپ اپنے سے قریب فرمالیں۔

﴿۵﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس نے باتیں بہت بنائیں اور کھڑے ہونے سے پہلے اس نے یہ کلمے پڑھ لیے تو اس مجلس میں اس نے جو (بیکار یا بری) باتیں کی ہیں ان کے لیے یہ کلمے کفارہ ہوجائیں گے۔ کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ. (ترمذی وغیرہ)

ترجمہ اے اللہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور آپ کی تعریف بیان کرتا ہوں، گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں آپ سے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں اور آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ان کلمات کو اگر مجلس ذکر اور مجلس خیر کے ختم

کرتے وقت پڑھا تو یہ کلمات نیک باتوں کے لیے مہر بن جائیں گے، جیسے صحیفہ کے ختم پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اور اگر مجلس میں لغو اور بُری باتیں کہی تھیں تو اُن کے لیے کفارہ بن جائیں گے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات کو کھڑے ہونے سے پہلے تین بار پڑھنا چاہئے۔ (الترغیب والترہیب)

چند ضروری مسائل

مسئلہ: بے وضو قرآن شریف پڑھنا درست ہے، نیز درود وسلام اور دوسری دعائیں بھی بے وضو پڑھنا جائز ہیں۔ البتہ قرآن شریف کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہو اور جو حیض اور نفاس والی عورت ہو، ان کو قرآن شریف پڑھنا اور چھونا جائز نہیں۔ البتہ یہ تینوں درود شریف اور دعائیں اور دیگر اذکار مثلاً تیسرا چوتھا کلمہ پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت اور سورج نکلتے وقت اور چھپتے وقت قرآن شریف پڑھنا یا ذکر کرنا ممنوع ہے سو یہ غلط ہے۔ البتہ ان وقتوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ: جب خطبہ ہو رہا ہو تو اس وقت قرآن شریف پڑھنا یا درود شریف پڑھنا یا کوئی ذکر کرنا یا خطیب کی دعا پر آمین جائز نہیں ہے۔

کثرتِ ذکر نصیب ہونے کے چند طریقے

﴿۱﴾ الحزب الاعظم مؤلفہ حضرت ملاعلی قاریؒ یا مناجاتِ مقبول مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی ایک منزل روزانہ پڑھا کرے۔

﴿۲﴾ اپنے اوقات اور حالات کے موافق روزانہ تلاوت قرآن شریف اور تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ) اور تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) اور تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) اور تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) اور درود شریف واستغفار وغیرہ کے لیے ایک مخصوص مقدار مقرر کرلے اور اس کو تاختم زندگی نباہنے کی کوشش کرے۔

﴿۳﴾ اکثر تسبیح اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ کیونکہ جب تسبیح سامنے ہوتی ہے تو کچھ نہ کچھ ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) رکھا ہے۔

﴿۴﴾ احادیث میں جو متفرق اوقات اور مقامات کی دعائیں آئی ہیں، مثلاً صبح اور شام کے اوقات کی، سوتے جاگتے کی، اور دیگر حالات کی، ان کو یاد کرکے اپنے اپنے وقت اور موقع پر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہئے۔ اس پر عمل کرنے سے عمر کا بہت سا حصہ یادِ خدا میں گزرے گا۔ اور رسولِ خدا ﷺ کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی مقبول دعاؤں کی برکت جدا نصیب ہوگی۔ ہم نے ایک مختصر کتاب میں یہ دعائیں جمع کردی ہیں، جس کا نام "مسنون دعائیں" ہے۔

﴿۵﴾ سوتے وقت چند منٹ سارے دن کی زندگی کو سوچے اور غور کرے کہ آج کتنا وقت یادِ خدا اور دینی مشاغل میں خرچ ہوا، اور کتنا لایعنی اور بیکار کاموں اور

بیہودہ جھک جھک بک بک میں گزرا، اور جو وقت ضائع ہوا اس پر سخت افسوس کرے اور خدا سے معافی مانگے۔

﴿۶﴾ اہل اللہ کی کتابیں اور ان کے ملفوظات بکثرت پڑھا کرے اور بالخصوص حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے مواعظ اور ملفوظات اور سیّدی وسندی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ الحدیث سہارن پوری کی تالیفات مطالعہ میں رکھے۔

﴿۷﴾ وقت نکال کر تبلیغی جماعتوں میں جایا کرے، کیونکہ جتنے دن دعوت کے کام میں خرچ ہوتے ہیں وہ سراسر خیر وخوبی سے پُر ہوتے ہیں اور کثرت سے ذکر اللہ کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔

﴿۸﴾ کسی متبع سنت شیخ سے بیعت ہو جائے۔ جس کی صحبت سے ذکر سے طبیعت کو اُنس ہوتا ہو، اور آخرت سے تعلق بڑھتا ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہو۔

ختامہ مسک

اب ہم کتاب ختم کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرکے اس بات کی طرف مزید توجہ دلاتے ہیں کہ اپنی زبان کو لغو اور بیکار اور لایعنی اور گناہوں کی باتوں سے محفوظ رکھتے ہوئے تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ، تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید اور درود واستغفار وغیرہ میں مشغول رکھیں۔

حضرت تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہلِ عقل کے لیے، جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں سو ہم کو عذاب سے بچا لیجئے۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی فضیلت بتائی ہے جو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے اور رفع درجات کا باعث ہے اور کچھ خرچ بھی نہیں۔ بڑی آسانی سے ذکر ہو سکتا ہے۔ صرف زبان کو حرکت دینے کی بات ہے، جس میں کچھ بھی تکلیف نہیں۔ اور احکام کے اعتبار سے بھی کس قدر آسانی ہے، کہ بغیر وضو بھی قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں۔ (اگرچہ بے وضو قرآن چھونا جائز

نہیں) اور جس پر غسل فرض ہو اور حیض و نفاس والی عورت بھی اذکار اور درود و استغفار میں مشغول رہ سکتے ہیں۔ بس ان لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ہے۔ باقی ہر ذکر کر سکتے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کے لیے کتنی آسانی فرمادی۔ جو شخص جب چاہے جہاں ہو جس حال میں ہو اللہ کا نام لے سکتا ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے بے انتہا نعمتیں اور رحمتیں ہیں۔ بندوں ہی کی طرف سے غفلت اور کوتاہی ہے۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی یاد میں ہمارے دل اور دن رات کو مشغول فرمائے۔

اللّٰھم اجعلنا ممن یعظم شکرک و یکثر ذکرک و یتبع نصیحتک و یحفظ وصیتک انک سمیع قریب مجیب و بالاجابة جدیر و علٰی کل شیء قدیر.

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوة والسلام علٰی سید مرسلہ محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین و علٰی من تبعھم باحسان الٰی یوم الدین تمت و بالخیر عمت.

—— تمت ——